اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد ۲۷
شمارہ ۴

رجب/شعبان ۱۴۱۲ھ
جنوری ۱۹۹۲ء

بیاد
حضرت مولانا عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر معاون: عبد القیوم حقانی

مُدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم: شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم ۳۴۰ / ۳۴۱ / ۴۳۵ کوڈ نمبر ۰۵۲۴۹

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ -/۶۰ روپے فی پرچہ -/۶ روپے بیرون ملک بحری ڈاک -/۸ پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک -/۱۲ پونڈ
سمیع الحق استاذ دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز

سودی نظام کا تحفظ اور وکالت
جہالت، سفاہت، حماقت اور رذالت

حربٌ من اللہ ورسولہ

قرآن و حدیث کے قطعی نصوص اور واضح احکام کی روشنی میں وفاقی شرعی عدالت نے ۱۴ نومبر ۱۹۹۱ء کو اپنے عظیم تاریخی فیصلے کی بنا پر ملک میں سودی نظام کے امتناع کا عہد ساز فیصلہ دیا مگر اس کے باوجود بھی بعض کج فہموں اور مغربی فکر کے علمبردار دانشوروں نے اس کے خلاف مضامین لکھے حتیٰ کہ وزیر مملکت برائے خزانہ سردار آصف احمد علی نے "سود جائز ہے" کا فتویٰ صادر فرمایا اور کہا "اگر سود کو ختم کر دیا جائے تو پاکستان کے پورے مالیاتی نظام کی بنیادیں ہل جائیں گی۔" (روزنامہ پاکستان لاہور ۱۶ جنوری ۱۹۹۲ء)

جب ملک کے علمی و دینی حلقوں اور عامۃ المسلمین نے اس کے خلاف شدید احتجاج کیا تو چاہیے تھا کہ حکومت توہین عدالت اور استہزاء شریعت کے اس مجرم کو وزارت سے برطرف کر کے قرار واقعی سزا دیتی مگر ایوان اقتدار میں اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بات اُن کی تھی اور زبان ان کی تھی، لہٰذا انہی کی سرپرستی میں روز وزیر موصوف کا یہ ارشاد بھی اخبارات کی شہ سرخیوں کی زینت بنا۔

> "ان حلقوں [illegible] نے ان کے بیان کی مذمت کی ہے انہیں چاہیے کہ وہ موجودہ نظام میں تبدیلی تجاویز پیش کریں تاکہ بینکنگ کے نظام میں سود کا سلسلہ ختم کرنے کے بعد غیر ملکی سرمایہ اور قرضہ جات کس طرح حاصل کیے جا سکیں اور ملک کا بینکنگ نظام کس طرح جاری رکھا جا سکے گا"
>
> (روزنامہ جنگ لاہور ۱۲ جنوری ۱۹۹۲ء)

قرآن و حدیث کی تعلیمات اور شریعت کے واضح احکامات کے خلاف اس قدر دریدہ دہنی اور خبث باطن کا اظہار اور پھر حکومت کی بے بسی یا نااہلیت کی [illegible] ہے۔ البتہ ایک چیز ہے جس کی قابلیت کا سابقہ حکمرانوں سمیت اب تک [illegible] بھی [illegible] دیا اور ایسا قاطع دلائل کہ دنیا کی کوئی قوم ان کے مقابلہ میں اپنے عجز صریح کو نہیں چھپا سکتی۔ یعنی ملک اور ملکی باشندوں کی امیدوں کی تذلیل، اسلامی تعلیمات کے ساتھ استہزاء و تمسخر، نفاذ شریعت کے لیے سد راہ کا اہتمام، جہل و نادانی کے ساتھ بیرونی آقایان ولی نعمت کی ہر خواہش کا استقبال و تکمیل

اور یہود کی مرصدلئے بے بہود کے آگے بلا تامل رکوع و سجود ——— اور اس سے بڑھ کر دردانگیز بات یہ ہے کہ
وہاں صرف نیکی کا عدم نہیں، بدی کا ارتکاب بھی ہے، اس کا اظہار بھی اور اس پر اصرار بھی، اس وطیرۂ مذموم کے پیش نظر
اب کے حکمران بھی اپنے پیش روؤں کی طرح اہل پاکستان کی بہترین امیدوں کے لیے ایک سنگ گراں بن کر حائل ہوگئے
ہیں اور سردار آصف کا حد درجہ مذموم اور لائق صد نفرین بیان پوری قوم کی پیشانی پر ایک ایسا سیاہ داغ ہے جس
نے ملک کے تمام نظریاتی حسن کو تاراج کر دیا ہے۔

قرآن مجید نے تمام انسانی معاصی اور جرائم کے متعلق مختلف قسم کی جو وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔ سود کے بارے میں
وعید ان سب سے شدید تر ہے جو کسی بھی سخت سے سخت جرم و معصیت کے بارے میں نہیں آئی

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ (۲ : ۲۷۸)

اگر تم نے ایسا نہ کیا (یعنی سود ترک نہ کیا) تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ لڑنے کیلئے تیار ہو جاؤ (کہ یہ فی الحقیقت اللہ اور رسولؐ کے ساتھ جنگ ہے)۔

قرآن کریم نے اس آیت میں سود کے لینے پر اصرار کو "حربٌ من اللہ و رسولہ" سے تعبیر کیا ہے کہ اس
کے لینے والے، اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑنے کے لیے مستعد رہیں کیونکہ دوسری کسی معصیت میں انسان خدا
کے بندوں کے لیے اس درجہ بے رحم اور خونخوار نہیں ہو جاتا جس درجہ سود کو اپنا وسیلہ معاش بنا لینے کے بعد از سر
تا پا مجسمۂ شقاوت و قساوت بن جاتا ہے اور خدا کے بندوں کے آگے بے رحمی سے مغرور ہونا فی الحقیقت خدا کے
آگے مغرور ہو کر آمادہ جنگ و پیکار ہوتا ہے۔

بڑے بڑے عادی مجرم بارہا انسانی مظلومی اور بے کسی کو دیکھ کر ان کی آنکھیں اشکبار اور دل دو نیم ہوتے
بے رحم ڈاکوؤں اور ظالم قاتلوں نے بھی بعض اوقات کسی بڑھیا کی فریاد، کسی بے کس کی گریہ وزاری اور کسی یتیم کی
آہ و فغاں پر اپنی کھینچی ہوئی تلوار پھینک دی اور چند لمحوں کے لیے انہیں اپنی بھولی ہوئی انسانیت یاد آگئی انسانی
فطرت اور فضیلت بہر حال بڑی سے بڑی زندگی کی تاریکی میں بھی کبھی نہ کبھی اپنی روشنی بے نقاب کر دیتی ہے۔

مگر اس کے مقابلے میں ایک سود خور کو لاؤ، وہ چور نہیں ہے، وہ ایک ڈاکو کے نام سے حقیر و ذلیل نہیں
کیا جاتا، لوگ اس سے پناہ نہیں مانگتے بلکہ اس کو ڈھونڈتے ہیں وہ پہاڑوں کی غاروں، جنگلوں کے گنجان گوشوں
میں مجرموں کی طرح نہیں چھپتا وہ سوسائٹی سے مردود و مطرود نہیں ہے بلکہ وہ بھی ایک شہری ہے جو ایک شریف
باشندۂ شہر کی طرح انسانوں میں رہتا اور جسم اجتماعی میں عضو صحیح کی طرح شامل ہے، با ایں ہمہ اس کے اعمال کا کیا
حال ہے وہ ڈاکو سے بڑھ کر آبادی کو غارت کرتا ہے وہ قاتل سے زیادہ انسانی حیات کو موت سے تبدیل کرتا ہے۔

وہ عادی مجرم سے زیادہ سوسائٹی کو تباہ کرتا ہے وہ ایک درندہ سے بھی خوفناک تر خون آشام اور بھیڑیئے اور جنگلی سور سے بھی بڑھ کر حیاتِ انسانی کا دشمن ہے۔ پھر ان سب سے زیادہ یہ کہ سخت سے سخت بے رحم ڈاکو کی آنکھوں سے کبھی نہ کبھی رحم کا ایک قطرۂ اشک ٹپک پڑتا ہے مگر یہ محالِ قطعی ہے کہ سودخور کی قساوت و شقاوت کبھی بھی کسی تڑپتے ہوئے جسم اور کسی پکارتی ہوئی زبان پر ایک لمحے، ایک دقیقے یا ایک عشرِ دقیقے کے لیے بھی رحم کھائے۔

روپیہ کی لین دین ہی ایک ایسی شے ہے خواہ کیسے ہی سخت سے سخت عنوانِ ظلم ہو لیکن چونکہ احتیاج اور ضرورت کو وقتی اور فوری طور پر دور کرنے والی ہے اس لیے انسان اس سے بھاگ نہیں سکتا بلکہ پناہ مانگنے کی جگہ خود اس کی طرف دوڑتا ہے وہ جانتا ہے کہ سودخور ایک بے رحم ڈاکو، اور خونخوار درندہ ہے لیکن جنگل کے ڈاکو سے نفرت کرتا اور اس شہری ڈاکو کے آگے عاجزی سے ہاتھ جوڑتا ہے تاکہ وہ اسے اپنے دامِ ظلم میں پھنسانے کے لیے چن لے اور اس کو مجروحِ تیغِ قساوت و بے رحمی سے انکار نہ کرے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہزارہا انسانی بے رحمیاں کسی آبادی کو اس طرح نقصان نہیں پہنچا سکتیں جس درجہ پورے شہر میں ایک "سودخور" کا وجود پہنچا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اس کو سب سے بڑی وعیدِ الٰہی کا مستحق قرار دیتا ہے۔

قرآن حکیم نے انفاق فی سبیل اللہ کے بعد سودخوری کی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا (۲: ۲۷۵)	جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہ ہو سکیں گے مگر اس پاگل کی طرح جس کو شیطان کے اثر نے مخبوط الحواس بنا دیا ہو اور یہ اسی لیے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خرید و فروخت بھی مثل سود ہی کے ہے۔

قرآن حکیم میں سودخور زندگی، اس کے عادات و خصائل، اس کے اعمال و افعال اور اس کے نتائج کی ایک مصروع (مرگی زدہ) اور ایک آسیب زدہ پاگل کے حالات و خصائص سے جامع و مانع تشبیہ دی گئی ہے۔

قرآنی اصطلاح کے مطابق سودخور ایک شخص ہے جو پاگل ہو گیا ہو، ایک مجنون ہے جس کی عقل و دانش بالکل معطل ہو، ایک مخبوط الحواس ہے جس کے ہوش و حواس کا کارخانہ بگڑ گیا ہو ایک مصروع ہے جو مرگی کے اشتداد سے اپنے اوپر حکومت نہ رکھتا ہو، صحتِ اعضاء و جوارح تمام امیال و جذبات کے درست ہوتے، چلنے پھرنے، بھوک پیاس کے احساس اور بظاہر ایک کامل اور سالم انسان ہونے کے باوجود اس میں انسانیت کا جوہر مفقود ہوتا ہے وہ سوسائٹی کا ایک جزو، شہر کا ایک جائز باشندہ اور باوجود انسان ہونے کے ایک خوفناک درندہ ہے۔

رزالت و سفاہت اور بہیمیت و بربریت کا ایک پیکرِ مجسم ہے درندوں کے بھٹ اور وحشیوں کے جنگل کا

ایک جانور ہے ایک پاگل آدمی باوجود انسان صورت ہونے کے انسان نہیں ہوتا کیونکہ اس کا نظام ادراک وحواس درہم برہم ہوجاتا ہے اور یہی شے انسان کا اصلی جوہر شرف ہے بالکل اسی طرح ایک سود خور ایک جائز باشندہ شہر اور شریف زندگی ہونے کے باوجود شریف نہیں ہوتا کیونکہ اس کے تمام جذبات وعواطف ملکوتیہ اور فضائل خصائل و اخلاق معطل ہوجاتے ہیں اور جب یہ دونوں چیزیں معطل ہوجائیں تو فلم یبق الا صورت اللحم والدم

وزیر مملکت کا یہ بیان جو توہین عدالت اور دین کے قطعی احکام ونصوص کے ساتھ سراسر استہزاء ہے حکومتی سطح پر چیپ سادہ حکومت ہی کی پالیسی کی غمازی ہے اگر موجودہ حکمرانوں کی یہی پالیسی ہے جبکہ اس میں مزید شک وشبہ کی گنجائش بھی باقی نہیں رہی تو قطعاً وہ مزید برسراقتدار رہنے کے لائق نہیں اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیں کہ حکمران اس سے غفلت کر رہے ہیں اور وہ اپنی غفلت پر قانع ہیں تو اس کا بھی کوئی شکوہ نہیں، ایک اسی پر کیا موقوف ہے آج ملک کا تو یہ حال ہے کہ

ماجرا ہاست باآں چشم فسوں ساز مرا

مگر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ بایں ہمہ حالات بیّنہ وقاطعہ، حکمران ملک کی خوشحالی اور نفاذ شریعت، شریعت بل کے علمبردار اور اسلامی انقلاب لانے کے مدعی اور ملک میں بدامنی وبے چینی اور اس کے اسباب افلاس کی سراغ رسانی کے بڑے خواہشمند بھی ہیں ؎

از حسن ایں چہ سوال است کہ معشوق تو کیست

ایں سخن را چہ جوابست تو ہم مے دانی

وزیر موصوف اور ان ہی کے مکتب فکر کی سب سے پہلی غلط فہمی تو یہی ہے جس کی بنا پر انھوں نے سود کے خاتمے کو ملکی اقتصادیات اور مالیاتی نظام کی تباہی کا باعث قرار دیا ہے اس غلط فہمی کے ازالے کیلئے گذارش ہے کہ عقلی حیثیت سے سود ایک غلط چیز ہے اور نقلی حیثیت سے بھی خدا اور اس کے رسول ﷺ نے ہر قسم کے سود کو حرام قرار دیا ہے اس کے بعد لوگوں کا یہ کہنا "کہ کیا سود کے بغیر بھی کام چل سکتا ہے؟ اور کیا غیر سودی نظام قابل عمل بھی ہے؟ دوسرے الفاظ میں اس کا اعتراف کرنا ہے کہ خدا کی اس خدائی میں کوئی غلطی ناگزیر بھی ہے اور کوئی راستی قابل عمل بھی پائی جاتی ہے یہ دراصل فطرت اور خالق فطرت کے مربوط اور محکم نظام کے خلاف عدم اعتماد کا اظہار اور باطنی خباثت ودہریت کا اقرار ہے اس کا صاف مطلب تو یہ ہے کہ فطرت خود ٹیڑھی بگاڑ کی حامی اور بناؤ کی دشمن ہے اگر بالفرض یہ بات تسلیم ہے تو پھر ہمیں اپنی ساری بخشیں لپیٹ کر رکھ دینی چاہئیں اور سیدھی طرح زندگی سے استعفا۔

اور اگر انسان اور کائنات کی فطرت اور اس کے خالق کا نظامِ محکم اس سوءِ ظن کے لائق نہیں ہے
دے دینا چاہیئے
تو پھر واقعی انسان اور پکے مسلمان کی طرح ہمیں یہ اندازِ فکر چھوڑ دینا چاہیئے کہ "سود ہے تو بُرا، قرآن نے بھی اسے
حرام قرار دیا ہے مگر کام اسی سے چلتا ہے" اور حرمت رہا ہے تو برحق مگر موجودہ دور میں چلنے والی چیز نہیں ہے۔"
دراصل کسی بھی مروج طریقہ معاملات جس سے انسانی امور وابستہ ہوجاتے ہیں اس کو یکسر بدل کر کسی دوسرے
طریقہ کو رائج کرنا بظاہر مشکل نظر آتا ہے خواہ وہ طریقہ بجائے خود صحیح ہو یا غلط، دشواری صرف اس کے تغیر میں ہے
مگر ہمارے وزیر نامہ نگار اور اسی مکتبِ فکر کے نادان دوست یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ جو غلط سودی نظام رائج ہوچکا ہے
انسانی معاملات بس اسی ہی پر چل سکتے ہیں اور اسکے سوا دوسرا کوئی طریقہ قابل عمل ہی نہیں ہے چاہے وہ خدا اور اس
کے رسول ؐ کی تعلیمات ہی پر مبنی کیوں نہ ہو؟——
یہ لوگ محض جہالت اور کج فہمی کی وجہ سے فوری تجویزِ تغیر" (اسلامی بینکاری کا نفاذ) کے سر پہ ناقابل عمل ہونے
کا الزام تھوپنے لگتے ہیں جبکہ تغیر کی دشواری کے اصل اسباب کو سمجھنے کی کوشش ہی کیا؟ ارادہ ہی نہیں کرتے۔

اگر آپ ایک رائج الوقت نظام کے خلاف کسی تجویز کو بھی ناقابل عمل سمجھیں گے تو انسانی سعی کے امکانات کا
بہت ہی غلط اندازہ لگا بیٹھیں گے آخر جس دنیا میں انفرادی ملکیت کی کامل تنسیخ اور مکمل اجتماعی ملکیت جیسی انتہائی انقلاب
انگیز تجویز تک عمل میں لاکر دکھا دی گئی ہو وہاں یہ کہنا کس قدر جہالت پہ مبنی اور لغو ہے کہ سود کے سقوط، سودی نظام
کی تنسیخ اور زکوٰۃ کی تنظیم جیسی معتدل تجویزیں قابل عمل نہیں ہیں۔
چالیس سال سے سودی نظام کے علمبردار اور اسی مکتبہ فکر کے دانشور ایک ہی رٹ لگاتے جارہے ہیں کہ
اس کے متبادل اسلام کے مالیاتی نظام کا نقشہ کیا ہوگا؟ جبکہ اسی کے جواب میں اسلامی معاشیات کے ماہرین، ارباب
علم وفضل اور بین الاقوامی سکالروں خود حکومت کی قائم کردہ اسلامی مشاورتی کونسل نے مدلل، واضح اور ہر لحاظ سے
جامع اور قابل عمل نقشہ نہ صرف پیش کیا ہے بلکہ اس کو عملی طور پہ مختلف ممالک اور کتنی ایک بینکوں میں برت کر دکھا
بھی دیا ہے مگر اس کے باوجود بھی حکومت کے نمائندے سردار آصف کہتے ہیں " علماء موجودہ نظام میں تبدیلی کے
لیے اپنی تجاویز پیش کریں یہ وہی پرانی رٹ ہے کہ اسلامی مالیاتی نظام کا نقشہ کیا ہوگا؟۔
کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک عمل کی جگہ شاید کاغذ ہے حالانکہ عمل کاغذ پر نہیں زمین پر اور
اعضاء وجوارح کے معاملات پہ ہوا کرتا ہے کاغذ پر کرنے کا جو اصل کام تھا وہ ہر دور میں محققین عصر اور ارباب دین و
دانش نے قطعی دلائل اور شواہد سے نظام حاضر کی غلطیاں اور ان کی مضرتیں کھول کھول کر واضح کردی ہیں اور
اس کے متبادل اصلاحی تجاویز کی معقولیت بھی ثابت کرتے آئے ہیں۔

رہا یہ سوال کہ عملی طور پر اس شکست و ریخت کی تفصیلی صورت کیا ہوگی اس کے جزوی مراحل کیا ہوں گے اور ہر مرحلے میں پیش آنے والے مسائل کو حل کیسے کیا جائے گا تو ان امور کو عملی طور پر برتنے سے پہلے نہ کوئی مشاہدہ کر سکتا ہے نہ پیشگی طور پر جان سکتا ہے اور نہ ان کا جواب دے سکتا ہے اگر آپ بحیثیت مسلمان کے اس امر پر مطمئن ہو چکے ہیں کہ سودی نظام واقعی غلط اور از روئے اسلام حرام ہے اور تعلیمات اسلام کی بیان کردہ اصلاحی تجاویز معقول ہیں نقشہ درست ہے تو جناب! آج ہی جرأت کر کے عمل کی طرف قدم اٹھائیے اور اس عملی کارروائی کی زمام کار ایسے علماء اور محققین اور ماہرین کے ہاتھ میں دیجیے جو ایمان اور اخلاص، دیانت و تقویٰ، جرأت اور عظیم تر علمی صلاحیتوں کے مالک ہوں پھر جو بھی عملی مسئلہ، کوئی عملی اشکال کوئی عملی دشواری پیش ہوگی اسی جگہ وہ حل ہوتی جائے گی یہ وقت سود کے جواز کے فتووں، نقشوں کے مطالبے کمیٹیوں کے قیام اور زبانی جمع خرچ کا نہیں عملی اقدام کا ہے جہاں تک سردار آصف کے مذموم بیان اور حکومت کی سرد مہری اور مجرمانہ پشت پناہی کا تعلق ہے تو یہ توہین عدالت بھی ہے اور اسلامی قوانین اور شریعت سے استہزاء بھی، اور خدا اور اس کے رسول سے بغاوت اور ان سے اعلان جنگ کے مترادف ہے جو کسی بھی صورت میں ناقابل عفو ہے اور اس کی واحد صورت یہی ہو سکتی ہے کہ خلوص نیت سے بارگاہ ربوبیت میں اپنے کفریہ اقوال اور اعمال سے توبہ کر کے عملاً سودی نظام ساقط کر دیا جائے اور اسلام کا مالیاتی نظام جاری کر دیا جائے ؎

نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

عبدالقیوم حقانی

قارئین سے گزارش یہ ہے کہ گذشتہ دو تین سال سے کاغذ کی گرانی، کتابت، طباعت اور بائینڈنگ پر دوہرے خرچ آنے کے باوجود "الحق" نے اپنے قارئین کو سالانہ زر تعاون میں اضافہ کی زحمت نہیں دی مگر اب جبکہ وسائل کی قلت، شدید مہنگائی اور اخراجات کی کثرت کے پیش نظر قارئین سے اصل لاگت کی بنیاد پر تعاون کے بغیر ادارہ کے لیے کام کرنا ممکن نہیں رہا اس لیے اپنے کرم فرماؤں اور مخلصین سے بھی درخواست ہے کہ آئندہ صرف ۱۰/- روپے کا اضافہ اور وہ بھی ایک دینی ادارہ کی سرپرستی اور تعاون کی نیت سے قبول فرما کر سالانہ چندہ ۶۰/- روپے بھیجا کریں۔ خدا کرے کہ یہ معقول اضافہ قارئین کے لیے بار خاطر نہ ہو، اللہ تعالیٰ سب کو اجر عظیم عطا فرمائے (آمین)

(ادارہ)

۸

مولانا عبدالقیوم حقانی

الجزائر میں فوجی انقلاب کیوں؟

تاریخی پس منظر، تحریکِ آزادی، انتخابات، اسلامی محاذِ نجات، فوجی انقلاب، مساجد پر پابندی، نمازیوں پر فائرنگ، نیو ورلڈ آرڈر کی یلغار، عالمِ اسلام کی ذمہ داریاں و آغاز کار

پس منظر شمالی افریقہ کی ساحلی پٹی سے تقریباً پونے چودہ سو سال قبل حضرت عقبہ بن نافع کی سرکردگی میں مجاہدین اسلام کے قافلے گزرے تھے جو گھوڑوں اور اونٹوں پر مصر، لیبیا اور تونس ہوتے ہوتے یہاں پہنچے تھے انہوں نے مراکش کی آخری حدود تک اسلام کا پرچم لہرا کر دم لیا۔ الجزائر سے قاہرہ تک تقریباً پانچ ہزار کلومیٹر کا سفر اگر بذریعہ کار بھی طے کیا جاتے اور راستے کے مختلف شہروں میں آرام دہ ہوٹلوں میں استراحت بھی کی جاتی رہے تب بھی قاہرہ پہنچنے پر مسافر تھکن کی وجہ سے لب بدم آچکا ہوتا ہے مگر مجاہدین اسلام گھوڑوں، اونٹوں اور بعض مرتبہ پیدل بھی ان لق و دق صحراؤں اور درندوں سے بھرے ہوئے جنگلوں کو قطع کرتے ہوئے اور قدم قدم پر دشمنوں کی رکاوٹوں کا سامنا کرتے ہوئے یہاں پہنچے تھے شمالی افریقہ کی فضاؤں اور الجزائر کی ہواؤں میں ان خدامست بزرگوں کے عزم اور حوصلے کی نہ جانیں کتنی داستانیں ثبت ہیں اسلام کے جاں نثار اور سربکف مجاہدین کے قافلوں نے حضرت عقبہ بن نافع کی سرکردگی میں ہزارہا میل کا پرخطر سفر طے کر کے یہاں اللہ کا کلمہ بلند کیا اور اس بربری علاقے کو نہ صرف اللہ اور اس کے رسول ؐ کے کلام سے معمور کر دیا بلکہ اس کی زبان تک بدل ڈالی۔ یہاں پر برسوں ان فاتحین کی تگ و تاز جاری رہی جن کے نعرہ ہائے تکبیر کی گونج سے اس فضا کا ہر ذرہ معمور تھا اور جس کی صدائے بازگشت آج اسلامی محاذِ نجات کی شکل میں پھر سنائی دے رہی ہے

؎ تھا یہاں ہنگامہ ان صحرانشینوں کا کبھی — بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی
زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے — بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے
زمزموں سے جس کے لذت گیر اب تک گوش ہے — کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لیے خاموش ہے

الجزائر کی مختصر تاریخ حضرت عقبہ بن نافع جو مصر کی فتوحات میں حضرت عمرو بن عاص کے ساتھ رہے حضرت امیر معاویہؓ کے عہدِ حکومت میں ان کے حکم سے شمالی افریقہ کے باقی ماندہ حصے کی فتح کی مہم کے لیے اپنے دس ہزار ساتھیوں کے ساتھ مصر سے نکل کر دادِ شجاعت دیتے ہوئے تونس تک پہنچ گئے یہیں قیروان کا شہر بسایا پھر آگے بڑھے ایک قلعے تہوذا پر یلغار کی اور اسی معرکہ میں شہید ہو گئے حضرت عقبہ کا مزار الجزائر میں جنوب کی طرف کافی

اندر واقع ہے اور وہ جگہ آج بھی انہی کے نام پر "سیدی عقبہ" کہلاتی ہے۔

الجزائر حضرت عقبہ بن نافع کے ہاتھوں فتح ہوا جس کی اجمالی جھلک مندرجہ بالا سطور میں لکھ دی گئی ہے اس وقت یہ سارا علاقہ مراکش سمیت صوبہ تونس کا ایک حصہ تھا بعد میں مراکش میں خود مختار حکومت قائم ہوئی اور موجودہ الجزائر کے کچھ مغربی حصے بھی اس میں شامل ہو گئے ـــــ پھر یہ مغربی حصے اور الجزائر کے باقی ماندہ علاقے بنو حفص کے خاندان کے زیر قیادت متحد ہو گئے اور انہوں نے بھی خود مختاری کا اعلان کر دیا بنو حفص کی حکومت اتحاد کو برقرار نہ رکھ سکی ادھر یورپ کی عیسائی حکومتیں مسلمانوں کے خلاف اپنی طاقت کو مجتمع کر رہی تھیں انہوں نے پہلے اندلس کو نشانہ بنایا پھر افریقہ کے مختلف ساحلوں پر انکی تگ و تاز شروع ہو گئی ـــــ مسلمانوں کی سب سے بڑی قوت ترکی کی خلافت عثمانیہ تھی۔

زوال غرناطہ کے بعد ترکی بحری بیڑے کے مشہور و معروف قائد خیر الدین باربروسا نے الجزائر کے ساحل پر اپنا بیڑا لنگر انداز کیا ہوا تھا تاکہ اندلس کے مظلوم مسلمانوں کی ممکنہ مدد کی جا سکے چنانچہ ان کے جہازوں نے ستم رسیدہ اندلسی مسلمانوں کو اندلس سے الجزائر منتقل کرنے میں بڑی زبردست خدمات انجام دی ہیں ـــــ پھر الجزائر ہی کے مسلمانوں کی درخواست پر خیر الدین باربروسا نے الجزائر کو خلافت عثمانیہ کے زیر انتظام لانے کے عمل کی تکمیل کی چنانچہ ۹۲۵ھ میں الجزائر باقاعدہ خلافت عثمانیہ کا حصہ بن گیا۔

الجزائر پر فرانسیسی استعمار کا تسلط

عرصہ دراز تک الجزائر میں خلافت عثمانیہ کی حکومت پوری امن و امان اور عوام کی خوشحالی کے ساتھ قائم رہی ترکی حکام کا برتاؤ بحیثیت مجموعی اسلامی تعلیمات کے مطابق رہا لیکن رفتہ رفتہ اس کی دینی فضا میں کمزوری آنی شروع ہوئی حکمرانوں کی بدکرداری اور عوام کے دینی طرز عمل میں انحطاط روز افزوں تھا بالآخر الجزائر کے آخری گورنر حسین پاشا کی حماقت اور خود سری نے الجزائر کو فرانس کی غلامی میں دھکیل دیا۔

۱۲۴۶ھ میں فرانسیسی استعمار نے الجزائر پر اپنے پنجے گاڑ دیئے الجزائر پر فرانس کا استعمار عالم اسلام کا بدترین استعمار ثابت ہوا شخصی زندگی میں مسلمانوں کے لیے دین پر عمل کرنا دو بھر بنا دیا گیا مسجدیں شہید کر دی گئیں بہت سی مساجد کلب میں تبدیل کر دی گئیں اسلامی علوم تو کجا، عربی زبان کی تعلیم پر بھی پابندی لگا دی گئی فرانسیسی زبان مسلط کر دی گئی۔ مسلمان خواتین کے غیر مسلم مردوں کے ساتھ نکاح کے واقعات روز مرہ کا معمول بن گئے۔

مگر جبر و تشدد کی اس فضا میں کچھ اللہ کے بندے دینی علوم کو سینے سے لگائے بیٹھے رہے انہوں نے چھپ چھپ کر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا آخر جن علاقوں میں علامہ ابن خلدون نے اسلامی تعلیمات کا درس دیا ہو جہاں علامہ عبدالحق اشبیلی (صاحب "الاحکام") علامہ ابن سید الناس (شارح ترمذی و صاحب "عیون الاثر") حافظ ابن الابار القضاعی (صاحب "مسند الشہاب و التکملۃ للصلۃ" اور علامہ ابو بکر ابن محرز جیسے اساطین علم و فضل نے

اپنی تبلیغی، تعلیمی مساعی انجام دی ہوں ان کے اثرات و انوارات کب دب سکتے تھے۔

چنانچہ ملک کے مختلف حصوں میں دینی تعلیمات کے فروغ کے ساتھ ساتھ فرانسیسی استعمار کے خلاف جدوجہد کا سلسلہ بھی جاری رہا اور تقریباً سو، سوا سو سال کے بعد یہ جدوجہد ایک منظم تحریک آزادی کی شکل اختیار کر گئی اور سالہا سال کی مسلح جدوجہد اور زبردست جانی و مالی قربانیوں کے بعد یہ ملک فرانسیسی سامراج کے تسلط سے آزاد ہو گیا۔ لیکن آزادی کے بعد جن لوگوں نے عنان اقتدار سنبھالی وہ عملی اور نظری لحاظ سے پوری طرح یورپ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور اسی کے ذہن سے سوچنے کے عادی تھے چنانچہ انہوں نے ملک کو "اشتراکی جمہوریہ" قرار دینے کا اعلان کر دیا اور اشتراکی پالیسیوں ہی کی پیروی شروع کر دی جس کے نتیجے میں ان لوگوں کی امیدیں خاک میں مل مل گئیں جنہوں نے جان و مال کی قربانیاں اس لیے دی تھیں کہ یہاں اسلام کی بالادستی قائم ہو۔ الجزائر میں تیس سال سے ایف ایل این کی آمریت قائم رہی اور موجودہ فوجی انقلاب بھی اس کا ضمیمہ ہے ان تین برسوں میں احمد بن بلا، حواری بومدین اور شاذلی بن جدید برسر اقتدار آئے۔

انتخابات

گذشتہ دسمبر کے آخری ہفتے میں الجزائر کے پہلے کثیر جماعتی عام انتخابات کے مرحلہ اول میں اسلامی محاذ نجات (ایف آئی ایس) نے بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی تو اسے سیاسی مبصرین نے شمالی افریقہ میں مروجہ سیاسی نظام کے زوال اور احیاء اسلام کی تحریکوں کی کامیابی کا نام دیا۔

الجزائر میں گذشتہ ۳۰ برس سے ایف ایل این کے اقتدار کی صورت میں آمریت یک جماعتی حکمرانی اور ڈکٹیٹر شپ کی حکومت رہی ہے۔ ۱۹۶۲ء میں آزادی حاصل کرنے کے بعد سے لے کر اب تک سوشلسٹ عناصر اقتدار پر قابض رہے، آمریت اور سیکولر سوشلزم کی فضا میں ایک طرف عریانیت، بداخلاقی، رشوت و بدعنوانی اور گوناگوں اخلاقی عوارض کو فروغ ملا تو دوسری جانب غربت و افلاس، بھوک، بیماری اور اقتصادی بدحالی نے لوگوں کو ظالم نظام اور اس کے علمبردار حکمرانوں سے بیزار و متنفر کر دیا۔

الجزائر میں اسلامی محاذ نجات کی کامیابی کا سبب دراصل عرصہ دراز تک ملک میں سوشلسٹ نظام کے حامیوں کے برسر اقتدار رہنے کے باوجود عوام کی مشکلات اور مسائل میں مسلسل اضافہ قرار دیا جا سکتا ہے اس دوران مذہب سے دلچسپی رکھنے والوں کی مسلسل حوصلہ شکنی ہوتی رہی اور صرف تین سال قبل جب محاذ نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا تو وہ عوام کے دلوں کی دھڑکن بن گیا۔

اسلامی محاذ نجات کی کامیابی

پہلے انتخابی راؤنڈ میں ۴۳۰ حلقوں میں سے محاذ کو ۱۸۹ نشستیں ملیں اور حکمران جماعت صرف سولہ نشستیں حاصل کر سکی۔

محاذ کے اثرات کا اندازہ جون ۱۹۹۱ء کے صوبائی اور بلدیاتی انتخابات میں محاذ نجات کی کامیابی سے ہو گا

تھا اس میں محاذ نے ۴۸ صوبوں میں سے ۳۲ میں ۶۶ فیصد کے تناسب سے اور ۱۳۵۹ بلدیاتی کونسلوں میں سے ۸۳۵ کونسلوں میں ۵۵ فیصد کے تناسب سے انتخاب جیتا۔ محاذ کے قائدین اور کارکن متوسط اور غریب طبقے سے تعلق رکھتے ہیں صوبوں اور بلدیات میں کامیابی کے بعد انہوں نے پسماندہ عوام کی بے پناہ خدمت کی اور بڑے بڑے منکرات کو بھی زائل کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً سرعام شراب نوشی، مخلوط تعلیم، ساحل سمندر پر مخلوط عریانی اور پاپ میوزک پر پابندی عوام نے ان اصلاحات کا پرجوش خیر مقدم کیا دوسری طرف لادین، سوشلسٹ اور لبرل طبقے بوکھلا اٹھے اور مغربی ذرائع ابلاغ نے بھی مخالفانہ مہم شروع کر دی اور اب جبکہ اقتدار پر اسلامی قوتوں کا تسلط قائم ہونے والا تھا فوج ان کی راہ میں حائل کر دی گئی۔

فوجی اقتدار کیوں؟ ملک میں کسی افراتفری، سرحدوں پر بدامنی اور کسی آفت سماوی کے وقوع کے بغیر محض مصنوعی آئینی بحران پیدا کر کے ۱۶ جنوری کو ہونے والے دوسرے مرحلے کے انتخابات معطل کر کے تدریجاً تمام تر اختیارات فوج کو منتقل کر دیئے گئے ہیں۔

اس کا تمام تر پس منظر بس اتنا کچھ ہے کہ انتخابات کا پہلا مرحلہ اسلامی محاذ نجات نے غیر معمولی اکثریت کے ساتھ جیت لیا تھا اور بظاہر حالات انتخابات کے دوسرے مرحلے میں اسلامی محاذ نجات کی حکومت کا تشکیل پانا یقینی امر تھا مگر اہل مغرب اور امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے نقطہ نظر سے اسلامی محاذ نجات "بنیاد پرست" پارٹی ہے اس لیے اس کی کامیابی گویا غضب ہو گیا پوری یہودی لابی اور امریکی حلقوں میں صف ماتم بچھ گئی کیونکہ انہیں یقین تھا کہ پندرہ جنوری کے دوسرے مرحلے میں وہ مزید کامیابیاں حاصل کر کے ایک ایسی مستحکم حکومت بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے جو عالمی سیاست کے علاوہ مسلم دنیا کی سیاست میں موثر کردار ادا کر سکتی ہے۔

سوویت یونین کے زوال، یورپ والوں کی علیحدگی پسندی، خلیج کی جنگ میں یہودی لابی کے مفادات کا تحفظ، اسلامی حمیت کے لیے انگیخت کے مظاہر، نیو ورلڈ آرڈر کے اہداف اور امریکی اقتصادیات کی تباہ حالی کی خبروں کے ساتھ الجزائر میں اسلامک فرنٹ کی کامیابی کی خبر اگرچہ غیر متوقع نہیں تھی لیکن یہودی لابی اور امریکی اہداف اور عزائم پر اس کا خوشگوار ردعمل نہیں ہوا امریکہ کو سوڈان کی طرح الجزائر کی فکر بھی دامن گیر ہو گئی ہے جہاں کمیونزم اور سوشلزم نے نہیں بلکہ "بنیاد پرستوں" نے امریکی نرخرے پہ ہاتھ رکھ دیا ہے۔

ایک سینئر امریکی افسر کی رپورٹ بش انتظامیہ کے ایک سینئر افسر نے ۱۹۹۰ کی دہائی کے بعد کے زمانے کے افریقی ممالک کے بارے میں ایک رپورٹ پیش کی ہے جس میں صومالیہ کی طوائف الملوکی زمبیا میں جمہوریت کی بحالی کی تحریک، زائرے میں بے چینی اور جنوبی افریقہ کی اقلیتی حکومت کے کردار میں پرامن تبدیلی جیسے موضوعات کا جائزہ لیا گیا ہے مگر امریکی افسر کی اصل پریشانی یا اس رپورٹ کا سب سے

زیادہ پریشان کن حصہ وہ بتایا گیا ہے جس کی رو سے افریقہ میں "مسلم بنیاد پرستی" کی پیش قدمی شروع ہوگئی ہے رپورٹ میں الجزائر کے اسلامک سالویشن فرنٹ کی کامیابی کو اسلام کی طاقت کا عکس قرار دیا گیا ہے رپورٹ میں خدشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اسلام کی پیش قدمی نہ صرف شمالی افریقہ تک محدود رہتی نظر نہیں آتی شمالی افریقہ پہلے سے مسلم تہذیب کے زیر اثر چلا آرہا ہے ڈر اس بات کا ہے کہ اسلام کی سیاسی پیش قدمی جنوب میں کینیا اور تنزانیہ تک کے علاقے کے سیاسی استحکام کو متاثر کر سکتی ہے اور مغرب میں نائیجیریا اور سائیگال تک پھیل سکتی ہے۔ اسلام کے سیاسی کردار اور تشخص میں یہ توسیع افریقہ میں سیکولر سیاست اور مغربی ثقافت کے لیے ایک نیا چیلنج کھڑا کر سکتی ہے اس رپورٹ کے حوالے سے امریکی سینٹ کی افریقہ کے معاملات کی سب کمیٹی ۱۹۹۲ء کے اوائل میں اس موضوع پر سماعت کا فیصلہ کرچکی ہے۔"

عالمی قوتوں کا منافقانہ طرز عمل

چنانچہ سیکولر قوتوں نے اپنے آقایان ولی نعمت کے اشاروں کے پیش نظر متفقہ طور پر یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ پہلے مرحلے کے انتخابات مسترد کر کے دوسرے مرحلے کے انتخابات کا موقع ہی نہ آنے دیا جائے۔

تمام تر مغربی پریس یہودی لابیوں اور سیکولر قوتوں نے پروپیگنڈے کا طوفان برپا کر دیا کہ اسلامی محاذ نجات پارٹی کی کامیابی گویا کہ جمہوریت کی نفی ہے کیونکہ ان کے نزدیک جمہوریت صرف وہی ہے جس کی بنیاد سیکولرزم پر ہو ان ہی قوتوں کے دباؤ کے پیش نظر تیرہ سال سے برسر اقتدار صدر شاذلی بن جدید کے لیے برسر اقتدار رہنا دشوار ہوگیا جمہوریت اور انسانی حقوق کے بلند بانگ دعووں کے باوصف اقتدار کی جمہوری سند اور واقعی استحقاق پانیوالی اسلامی محاذ نجات کے حق کی حمایت، مدافعت اور وکالت کرنے والی کوئی لابی اور انصاف پسند قوت نہیں ہے حالانکہ الجزائر کے انتخابات کو دیکھنے کے لیے ۵۰۰ غیر ملکی صحافی (جن میں اکثریت یورپین کی تھی) آئے اور ان سب نے گواہی دی کہ انتخابات نہایت پر امن طریقے سے ہوتے ہیں۔ تمام تر مغربی پریس اور عالمی نشریاتی اداروں کی ہمدردیاں اس مظلوم حقیقی جمہوری جماعت کے بجائے ظالم اور غاصب غیر جمہوری مخالف قوتوں کے ساتھ ہیں عالمی قوتوں کے اس منافقانہ طرز عمل اور مداہنت و فریب پر مبنی رویہ اور اس سے وقوع پذیر صورت حال سے اہل اسلام کو بہر حال اب تو یہ بات بہر صورت یقین کر لینی چاہیئے کہ جمہوریت محض ایک فریب ہے اہل مغرب کے نزدیک جمہوریت کے لیے سیکولرزم کو قبول کرنا گویا لازمی شرط ہے اور اسلامی دنیا میں مغربی جمہوریت کے علمبردار اور مغربی جمہوریت کو فروغ دینے والے دراصل امریکی نیو ورلڈ آرڈر، سرمایہ دارانہ نظام اور مغربی استعمار کے ایجنٹ ہیں۔

تازہ ترین صورتحال

اور اب وہاں کیا ہو رہا ہے کل کے اخبار کی ایک تازہ ترین خبر ملاحظہ فرمائیے۔

الجزائر میں مسجدوں میں سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی گئی حکومت قانون کو برقرار

رکھنے کے لیے مساجد میں حکومت کے خلاف کسی قسم کی سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت نہیں دے گی ۔ فوجی حکومت کے حکام اسلامی محاذ نجات کے نامزد ارکان کی بجائے مساجد میں تنخواہ دار امام مقرر کرے گی ۔ فوجی کونسل کے حکام کا کہنا ہے کہ اسلام پرست عناصر مساجد کو حکومت کے خلاف استعمال کر رہے ہیں اور حکومت ضروری سمجھتی ہے کہ وہ مساجد سے اسلامی محاذ نجات کی طرف سے مقرر کردہ اماموں پر پابندی لگادے ۔

(روزنامہ جنگ راولپنڈی ۲۴ جنوری ۱۹۹۲ء)

الجزائر میں فوجی حکومت کی طرف سے مساجد میں سرگرمیوں پر پابندی کے باوجود جمعہ کے روز لاکھوں عوام نے الجزیرہ اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں جامع مسجدوں میں نماز جمعہ ادا کی ۔ پولیس اور فوج نے تمام بڑی بڑی مساجد کا محاصرہ کئے رکھا پولیس اور فوج نے نمازیوں کے اجتماعات پر زبردست فائرنگ بھی کی جس سے بہت سے نمازی زخمی ہو گئے اور بڑی تعداد میں نمازیوں کو گرفتار بھی کر لیا گیا فوج نے مساجد سے لاؤڈ سپیکر بھی اتروا دیئے ہیں الجزیرہ کی جامع مسجد التقویٰ میں نماز شروع ہونے کے بعد پولیس اور فوج نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی جس سے سینکڑوں نمازی زخمی ہو گئے فوج کے ایک جنرل نے کہا کہ فائرنگ اس وقت کی گئی جب اسلام پرست لاؤڈ سپیکر استعمال کرنا چاہ رہے تھے ۔ ملخصاً (روزنامہ پاکستان لاہور ۲۶ جنوری ۱۹۹۲ء)

اب یہ قدم اور آگے بڑھیں گے

گذشتہ تین چار سال سے اسلامی محاذ نجات کی تشکیل و تحریک سے آج ہر طرف نعرہ ہائے تکبیر گونج رہے ہیں نوجوانوں میں دینی شعور پیدا ہو رہا ہے اور اہل الجزائر نے اسلامی انقلاب اور نفاذ شریعت کے لیے ہزار مشکلات اور دھاندلیوں کے باوصف اپنا ووٹ محاذ نجات کے حق میں دے دیا ہے اسلامی فرنٹ الجزائر کے عوام کا اعتماد حاصل کر چکا ہے فوج اگرچہ راستہ کی رکاوٹ بن گئی ہے مگر محاذ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اپنے ہم وطنوں کو ولولہ تازہ بخش دیا ہے باطل قوتوں کی یلغار اور فوج کے دباؤ اور شدید تقابل کے باوصف بھی یقین ہے کہ اب یہ قافلہ مزید تیز قدم ہو کے رہے گا ۔

اسلامی محاذ نجات کی قطعی جمہوری کامیابی کا انکار کر کے ، بلکہ اپنی پوری قوت کے ساتھ ان کی تحریک کو کچلنے اور اسلامی انقلاب کا راستہ روکنے کی کوشش کر کے الجزائر کے سیکولر عناصر سمیت امریکہ اور تمام اسلام دشمن قوتوں نے خود کو ایک بڑی آزمائش سے دوچار کر ڈالا ہے الجزائر کے موجودہ دستوری اور جمہوری ڈھانچے کی موجودگی میں محاذ نجات کے جمہوری حق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے حکومت سازی کا حق دیدیا جاتا تو اس قدر بحرانوں کے مراحل کا سامنا نہ کرنا پڑتا ۔ اب عوام کے جذبات بھڑک چکے ہیں اور امکان یہی ہے کہ وہ موجودہ ڈھانچے کو تہہ و بالا کر ڈالیں اور یقیناً وہ ایسا کر گزریں گے جو اسلامی محاذ نجات کی عظیم کامیابی پر منتج ہوگا ۔

الجزائر دراصل موجودہ دور میں سیکولر عناصر کا مضبوط مورچہ تھا وہ سمجھتے ہیں کہ یہاں سے پسپائی کے بعد ان میں تیونس

اور مراکش میں بھی جگہ نہیں مل سکے گی مراکش کو دوسرا بیروت سمجھ کر وہاں داد عیش دینے والے یہاں سے بھی بھاگنے پر مجبور ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ الجزائر میں سیکولر قوتیں فیصلہ کن لڑائی لڑنے کا عزم کر چکے ہیں امریکہ سمیت بہت سی بیرونی قوتیں وہاں کی فوج کی پیٹھ ٹھپتھپا رہے ہیں۔

حالانکہ جمہوریت اور انسانی اقدار کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس طرح اسلامی محاذ نجات نے اپنے مخالفین سیکولر عناصر کی حکومت برداشت کی ہے اور ان کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھائے تو انہیں بھی اسلامی فرنٹ کی حکومت برداشت کرنی چاہیئے طاقت اور قوت سے آزادی کی تحریکیں اور نفاذ شریعت کی مہم کچلی جائے گی تو مقابلے میں بھی طاقت اور ہتھیار کا استعمال ہوگا اور جو ہتھیار انقلابیوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے اسے شکست نہیں دی جاسکتی اور اس کا راستہ نہیں روکا جاسکتا۔

سب سے بڑا اور حقیقی مسئلہ

الجزائر، سوڈان، کشمیر افغانستان اور وسطی ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستوں میں اس وقت جس طبقہ کے ہاتھ میں ان ممالک کی زمام کار ہے اس کی ذہنی ساخت اسکی تعلیم و تربیت اور اس کے ذاتی و سیاسی مصالح کا تقاضا ہے کہ ان ممالک میں مغربی افکار و اقدار، امریکی تہذیب و اطوار اور نیو ورلڈ آرڈر کی یلغار کو فروغ دیا جائے اور ان ممالک کو بہر صورت جناب بُش کی ہدایات کے مطابق چلایا جائے اور جو دینی تصورات، قومی عادات، ضوابط حیات اور قوانین و روایات اس مقصد میں مزاحم ہوں ان میں ترمیم و تنسیخ کی جائے مدارس ختم کر دیئے جائیں مساجد بند کر دی جائیں اسلامی تعلیمات مٹا دی جائیں علماء اور اہل جہاد کو مطعون اور ناقابل اعتماد بنا دیا جائے اور بالاختصار ملک و معاشرہ کو تدریجاً مکمل طور پر امریکی مقاصد اور مفادات کے سانچے میں ڈھال دیا جائے اور یہی کھیل پاکستان میں کھیلا جا رہا ہے۔

ہمارے نزدیک اس وقت یہ الجزائر کی دینی قیادت سمیت تمام مسلم ممالک کا سب سے بڑا اور حقیقی مسئلہ ہے یہ مسئلہ نہ فرضی ہے نہ خیالی، اب دیکھنا ہے کہ امریکی ناپاک عزائم اور الجزائر میں جابر و ظالم اور غاصب قوت کے خلاف مزاحمت اور انقلاب کے لیے مسلم ممالک کیا رویہ اختیار کرتے ہیں ـــ پھر اس سوال کے جواب پر اس بات کا انحصار ہے کہ دنیا کے نقشے میں ان قوموں کی نوعیت کیا قرار پاتی ہے اور ان ملکوں میں اسلام کا مستقبل کیا ہے اور وہ نازک ترین اور حساس حالات میں الجزائر سمیت تمام مسلم ممالک میں اسلام کے عالمگیر اور ابدی پیغام کے لیے کہاں تک مفید ثابت ہو سکتے ہیں ـــ خدا کرے ارباب حل و عقد اور مسلم ممالک کی سیاسی قیادت کو اس کام کی عظمت اور ضرورت کا واقعۃً بھی احساس ہو ورنہ ع

یک حرف "کاشکے" است کہ صد جا نوشتہ ام

مولانا قاضی محمد اطہر مبارکپوری

ہجرت سے پہلے مدینہ کی درسگاہیں

بیعت عقبۂ اولیٰ کے بعد ہی مدینہ منورہ میں قرآن اور دین کی تعلیم کا چرچا ہوگیا تھا اور قبیلۂ انصار کی دونوں شاخ اوس اور خزرج کے عوام اور اعیان و اشراف جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے اور ہجرت عامہ سے دو سال قبل ہی وہاں مساجد کی تعمیر اور قرآن کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہوگیا تھا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

لقد لبثنا بالمدينة قبل ان يقدم علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم سنتين نعمر المساجد ونقيم الصلوة [1]	ہمارے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے دو سال پہلے ہی ہم لوگ مدینہ میں مسجدوں کی تعمیر اور نماز کی ادائیگی میں مشغول تھے۔

اس دو سالہ درمیانی مدت میں تعمیر شدہ مساجد میں نماز کے امام ان میں معلمی کی خدمت بھی انجام دیتے تھے، اسی کے ساتھ اس مدت میں تین مستقل درسگاہیں بھی جاری تھیں اور ان میں باقاعدہ تعلیم ہوتی تھی، اس وقت تک صرف نماز فرض ہوئی تھی اس لیے قرآن کے ساتھ نماز کے احکام و مسائل اور مکارم اخلاق کی تعلیم دی جاتی تھی یہ تینوں درسگاہیں اس طرح جاری تھیں کہ شہر مدینہ اور اس کے انتہائی کناروں اور آس پاس کے مسلمان آسانی کے ساتھ تعلیم حاصل کرسکیں پہلی درسگاہ قلب شہر میں مسجد بنی زریق میں تھی جس میں حضرت رافع بن مالک زرقی رضی اللہ عنہ تعلیم دیتے تھے دوسری درسگاہ مدینہ کے جنوب میں تھوڑے فاصلہ پر مسجد قبا میں تھی، جس میں حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ امامت و معلمی کے فرائض انجام دیتے تھے، اسی سے متصل حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کا مکان واقع تھا جو بیت العزاب کے نام سے مشہور تھا اور جہاں مکہ مکرمہ سے آئے ہوئے مہاجرین مقیم تھے اور تیسری درسگاہ مدینہ سے کچھ فاصلے پر شمال میں نقیع الخضمات نامی علاقہ میں تھی جس میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پڑھاتے تھے اور حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کا مکان گویا مدرسہ تھا۔

ان تین مستقل درسگاہوں کے علاوہ انصار کے مختلف قبائل اور آبادیوں میں قرآن اور دینی احکام کی تعلیم جاری تھی

---

[1] وفاء الوفاء ج ۱ ص ۲۵۰

اور ان کے معلم و منتظم انصار کے رؤسا۔ اور اعیان اور بااثرات حضرات تھے، مکہ مکرمہ میں ضعفاء و مساکین نے سب سے پہلے دعوتِ اسلام پر لبیک کہا اور وہاں کے بڑوں کے مظالم کا شکار ہوئے اور مدینہ منورہ کے مسلمانوں کا معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا، یہاں سب سے پہلے اعیان و اشراف اور سردارانِ قبائل نے برضا و رغبت اسلام قبول کر کے اس کی ہر طرح کی مدد کی، خاص طور سے قرآن کی تعلیم کا معقول انتظام کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

ما يفتح من مصر او مدينة عنوةً فانّ المدينة فتحت بالقرآن۔ کچھ ملک اور شہر زور و زبردستی سے فتح ہوتے ہیں، مدینہ قرآن کے ذریعے فتح ہوا ہے۔

مدینہ کی مذکورہ بالا تینوں درسگاہوں میں باتفاق علمائے سیر و مغازی سب سے پہلے قرآن کی تعلیم مسجد بنی زریق میں ہوئی۔

اول مسجد قرئ فيه القرآن بالمدينة مسجد بنی زریق۔ سب سے پہلی مسجد جس میں مدینہ میں قرآن پڑھا گیا بنی زریق کی مسجد ہے۔

پہلی درسگاہ مسجد بنی زریق

اس درسگاہ کے معلم حضرت رافع بن مالک زرقیؓ قبیلۂ خزرج کی شاخ بنی زریق سے ہیں، بیعت عقبۂ اولیٰ کے موقع پر مسلمان ہوئے اور دس سال کی مدت میں جس قدر قرآن نازل ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عنایت فرمایا جس میں سورۂ یوسف بھی شامل تھی اپنے قبیلہ کے نقیب و رئیس تھے اور ان کا شمار مدینہ کے کاملین میں تھا، اس وقت کی اصطلاح میں کامل ایسے شخص کو کہا جاتا تھا جو نوشت و خواند، تیر اندازی اور تیراکی میں ماہر اور کامل ہو، حضرت رافع بن مالک ان اوصاف کے حامل تھے، انہوں نے مدینہ واپس آنے کے بعد ہی اپنے قبیلہ کے مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم پر آمادہ کیا اور آبادی میں ایک بلند جگہ (چبوترے) پر تعلیم دینی شروع کی، مدینہ میں سب سے پہلے سورۂ یوسف کی تعلیم حضرت رافع ہی نے دی تھی اور یہاں کے پہلے معلم و مقری یہی ہیں، بعد میں اسی چبوترہ پر مسجد بنی زریق کی تعمیر ہوئی جو قلب شہر میں مصلی (مسجد غمامہ) کے قریب جنوب میں واقع تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لانے کے بعد حضرت رافعؓ کی تعلیمی و دینی خدمات اور ان کی سلامتی طبع کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے[1] اس درسگاہ کے استاد اور اکثر شاگرد قبیلہ خزرج کی شاخ بنی زریق کے مسلمان تھے۔

دوسری درسگاہ مسجد قبا

دوسری درسگاہ مدینہ کے جنوب میں تھوڑے سے فاصلہ پر مسجد قبا میں تھی جہاں مسجد کی تعمیر ہوئی (بیعت عقبہ کے بعد بہت سے صحابہ جن میں ضعفائے اسلام کی اکثریت تھی۔ مکہ سے ہجرت کر کے مقام قبا میں آنے لگے اور قلیل مدت میں ان کی اچھی خاصی تعداد ہوگئی، ان میں حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے وہی ان حضرات کو تعلیم دیتے تھے اور امامت بھی کرتے

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ - الاصابہ ج ۲ ص ۱۹۰، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۸۵۱، فتوح البلدان ص ۴۵۹۔

تھے، یہ تعلیمی سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک جاری تھا، عبدالرحمن بن غنم رض کا بیان ہے۔

حدثنی عشرۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا کنا نتدارس العلم فی مسجد قبا اذ خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال تعلموا ما شئتم ان تعلموا فلن یاجرکم اللہ حتی تعملوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دسیوں صحابہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ہم لوگ مسجد قبا میں علم دین پڑھتے پڑھاتے تھے۔ اسی حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آتے اور فرمایا کہ تم لوگ جو چاہو پڑھو، جب تک عمل نہیں کروگے اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اجر و ثواب نہیں دیگا۔

(جامع بیان العلم ج ۲ ص ۶)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قبا کے مہاجرین میں متعدد حضرات قرآن کے عالم و معلم تھے، ان میں حضرت سالم مولی ابو حذیفہ رض سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اور وہی امامت کے ساتھ تدریسی خدمت میں بھی نمایاں تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رض کا بیان ہے۔

لما قدم المهاجرون الاولون العصبة موضع بقباء قبل مقدم رسول الله صلی الله علیه وسلم كان یؤمهم سالم مولی ابی حذیفة وکان اکثرهم قرآنا[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے مہاجرین اولین کی جماعت جب عصبہ آئی جو قبا کی ایک جگہ ہے تو ان لوگوں کی امامت سالم مولی ابو حذیفہ کرتے تھے، وہ ان میں قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ رات میں حضرت سالم کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو اظہار پسندیدگی کر کے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں سالم جیسا قرآن کا عالم و قاری پیدا کیا ہے، نیز آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ ان چاروں قرآن کے عالموں و قاریوں سے قرآن پڑھو، عبداللہ بن مسعود، سالم مولی ابو حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم، حضرت سالم ایک غزوہ میں مہاجرین کے علمبردار تھے، بعض لوگوں کو ان کی قیادت میں کلام ہوا تو انہوں نے کہا کہ بئس حامل القرآن انا، یعنی ان فررت یعنی اگر میں جنگ سے فرار ہوا تو میں برا حامل قرآن ہوں اور غزوہ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا اور وہ بھی زخمی ہو گیا تو بغل میں لے لیا اور جب زخمی ہو کر گر گئے تو اپنے آقا حضرت ابو حذیفہ کا حال دریافت کیا اور جب معلوم ہوا کہ وہ شہید ہو گئے تو کہا کہ مجھ کو ان ہی کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ حضرت ابو حذیفہ نے سالم کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا[2] ان تصریحات سے حضرت سالم کے علم و فضل اور قرآن میں ان کے امتیاز کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے اور یہ کہ وہی قبا کی درسگاہ میں تعلیمی خدمت بھی انجام دیتے تھے۔

---

[1] صحیح بخاری باب امامۃ العبد والمولی [2] الاصابہ ج ۳ ص ۵۷۔

یہاں حضرت ابوخیثمہ سعد بن خیثمہ اوسی رضی اللہ عنہ کا مکان گویا مدرسہ قبا کے طلبہ کے لیے دارالاقامہ تھا، وہ اپنے قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے نقیب و رئیس تھے، بیعت عقبہ کے موقع پر اسلام لائے، مجرد تھے اور ان کا مکان خالی تھا اس لیے اس میں ایسے مہاجرین قیام کرتے تھے جو اپنے بال بچوں کو مکہ مکرمہ چھوڑ کر آتے تھے یا جن کے آل اولاد نہیں تھے، اسی وجہ سے ان کے مکان کو بیت العزاب اور بیت الاعزاب کہا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت قبا میں حضرت کلثوم بن ہدم رض کے مکان میں فروکش تھے اسی کے قریب حضرت سعد بن خیثمہ کا بیت العزاب تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موقع بہ موقع وہاں تشریف لے جاتے اور مہاجرین کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے، یہ مکان مسجد قبا سے متصل جنوبی سمت میں تھا اور یہیں دار کلثوم بن ہدم بھی تھا[1] اس درسگاہ کے استاد اور شاگرد دونوں مہاجرین اولین تھے، جن میں مقامی مسلمان بھی تھے۔

تیسری درسگاہ نقیع الخضمات

تیسری درسگاہ مدینہ کے شمال میں تقریباً ایک میل دور حضرت اسعد بن زرارہ رض کے مکان میں تھی جو حرہ بنی بیاضہ میں واقع تھا یہ آبادی بنو سلمہ کی بستی کے بعد نقیع الخضمات نامی علاقہ میں تھی، جو نہایت سرسبز و شاداب اور پرفضا علاقہ تھا، یہاں خضیمہ نام کی نرم و نازک اور خوشرنگ گھاس اگتی تھی، اسی طرف سے وادی عقیق میں سیلاب آتا تھا، بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہاں گھوڑوں کی چراگاہ بنائی تھی۔

یہ درسگاہ اپنے محل وقوع کے اعتبار سے پرکشش ہونے کے ساتھ اپنی جامعیت اور افادیت میں دونوں مذکورہ درسگاہوں سے مختلف اور ممتاز تھی، بیعت عقبہ میں انصار کے دونوں قبائل اوس اور خزرج کے نقبا اور رؤسا نے دعوت اسلام پر لبیک کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مدینہ میں قرآن اور دین کی تعلیم کے لیے کوئی معلم بھیجا جائے تو ان کے اصرار پر آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رض کو روانہ فرمایا، ابن اسحاق کی روایت کے مطابق بیعت عقبہ اولی کے بعد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رض کو انصار کے ساتھ مدینہ روانہ فرمایا۔

فلما انصرف عنه القوم بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم معهم مصعب بن عمير بن هاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصي، وامره ان يقرئهم القرآن ويعلمهم الاسلام، ويفقههم في الدين فكان يسمى المقرئ بالمدينة مصعب

جب انصار بیعت کر کے لوٹنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ مصعب بن عمیر رض کو روانہ فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ وہاں لوگوں کو قرآن پڑھائیں، اسلام کی تعلیم دیں اور ا دین کی بصیرت اور صحیح سمجھ پیدا کریں، چنانچہ حضرت مص مدینہ میں مقری کے لقب سے مشہور ہوئے، اور ان کا قیام حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ رض

[1] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۹۳

وکان منزله علی اسعد بن زرارة بن عدس ابی امامة [1] کے مکان میں تھا،

حضرت مصعب بن عمیرؓ ابتدائی دور میں اسلام لائے تھے، ناز و نعمت میں پلے ہوئے تھے، جب ان کے مسلمان ہونے کی خبر خاندان والوں کو ہوئی تو انھوں نے سخت سزا دے کر مکان کے اندر بند کر دیا مگر حضرت مصعبؓ کسی طرح نکل کر مہاجرین حبشہ میں شامل ہوگئے، بعد میں مکہ واپس آئے اور مدینہ کی طرف ہجرت کی، حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ خزرجی نجاری بیعت عقبہ اولیٰ میں اسلام لائے اپنے قبیلہ کے نقیب تھے، وہ انصار کے نقباء میں سب سے کمسن تھے، ان کا انتقال سنہ ۱ھ میں ہوا جب کہ مسجد نبویؐ کی تعمیر ہو رہی تھی، قبیلہ بنو نجار کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ ہمارے لیے کسی کو نقیب مقرر فرما دیں، آپؐ نے فرمایا کہ میں خود تم لوگوں کا نقیب ہوں، ایک قول کے مطابق وہ بیعت عقبہ سے پہلے ہی مکہ جا کر مسلمان ہو گئے تھے اور انصار مدینہ میں وہ پہلے مسلمان ہیں۔

یہ دونوں حضرات قرآن کی تعلیم اور اسلام کی اشاعت میں ایک دوسرے کے شریک تھے، حضرت مصعب بن عمیرؓ قرآن کی تعلیم کے ساتھ اوس اور خزرج دونوں قبائل کی امامت بھی کرتے تھے اور ایک سال کے بعد جب اہل مدینہ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کا لقب مقری یعنی معلم مشہور ہو چکا تھا۔ حضرت اسعد بن زرارہ نے جمعہ کی فرضیت سے پہلے ہی مدینہ میں نماز جمعہ کا اہتمام کیا، اس کی بھی امامت عام طور سے حضرت مصعب بن عمیرؓ کیا کرتے تھے، اسی لیے نماز جمعہ کے قیام کی نسبت بعض روایتوں میں ان کی طرف کی گئی ہے، حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہمراہ حضرت ابن ام مکتومؓ بھی آئے تھے اور وہ بھی قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے۔

اول من قدم علینا مصعب بن عمیرؓ وابن ام مکتومؓ وکانوا یقرؤن الناس [2] سب سے پہلے ہمارے یہاں مدینہ میں مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتومؓ آئے اور یہ حضرات لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے فکانا یقرآن الناس یعنی یہ دونوں حضرات لوگوں کو پڑھاتے تھے۔[3] چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو خاص طور سے تعلیم کے لیے بھیجا تھا اور حضرت ام مکتومؓ ان کے ساتھ تھے اس لیے اس درسگاہ کی تعلیمی سرگرمی میں ان کا تذکرہ نہیں آتا ہے، ویسے بھی ابن ام مکتومؓ نابینا تھے۔

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۴۳۴۔ واسد الغابہ ج ۴ ص ۳۶۹ [2] بخاری باب مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ [3] فتح الباری ج ۷ ص ۲۰۳ طبع اول بولاق مصر ۱۳۰۰ھ۔

اور محدود طریقہ پر یہ خدمت انجام دیتے تھے، ان کا نام عمرو، یا عبداللہ بن قیس ہے، حضرت خدیجہ کے ماموں زاد بھائی اور قدیم الاسلام صحابی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام طور سے غزوات میں ان کو مدینہ کا امیر مقرر فرماتے تھے اور وہی نماز پڑھاتے تھے، اس درسگاہ کے ایک طالب علم حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل ہی میں نے طوال مفصل کی کئی سورتیں یاد کرلی تھیں۔

نقیع الخضمات کی یہ درسگاہ صرف قرآنی مکتب اور مدرسہ ہی نہیں بلکہ ہجرت عامہ سے پہلے مدینہ میں اسلامی مرکز کی حیثیت رکھتی تھی، اوس اور خزرج کے درمیان ایک مدت سے قبائلی جنگ برپا تھی آخری معرکہ حرب بعاث کے نام سے مشہور ہے جو ہجرت سے پانچ سال قبل ہوا تھا، ان جنگوں میں دونوں قبائل کے بہت سے آدمی مارے گئے تھے جن میں ان کے اعیان واشراف بھی تھے اور دونوں قبائل باہمی کشت وخون سے چور ہو چکے تھے اسی حال میں اسلام ان کے حق میں رحمت ثابت ہوا اور بقول ام المومنین حضرت عائشہؓ حرب بعاث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے کا سبب بنا[1] دونوں قبائل کے افراد میں باہمی نصرت کی بوباس اسلام لانے کے بعد بھی باقی تھی۔ ایک قبیلہ والے دوسرے قبیلہ کی امامت پر اعتراض کرسکتے تھے اس لیے دونوں قبائل نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کی امامت پر اتفاق کیا۔

فکان مصعب بن عمیرؓ یومهم وذلك ان الاوس والخزرج کرہ بعضهم ان یومه بعض فجمع بهم اول جمعة فی الاسلام۔

مصعب بن عمیرؓ ان سب کی امامت کرتے تھے کیونکہ اوس اور خزرج ایک دوسرے کی امامت کو ناپسند کرتے تھے اور دونوں قبائل کو جمع کرکے اسلام میں پہلا جمعہ قائم کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت حال کے پیش نظر حضرت مصعب بن عمیرؓ کو لکھا کہ اہل مدینہ کو جمعہ پڑھائیں، پہلی نماز جمعہ میں صرف چالیس مسلمان شریک ہوئے بعد میں ان کی تعداد چار سو ہوگئی پہلے جمعہ کو ایک بکری ذبح کی گئی اور اس سے نمازیوں کی ضیافت ہوئی، جس سے دونوں قبائل کے لوگوں میں باہمی الفت اور خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہوا[2] اسی کے ساتھ یہودیوں کے یوم السبت کی مذہبی رونق کے مقابلہ میں یہاں کے مسلمانوں میں اس سے ایک دن پہلے عید الاسبوع (ہفتہ کی عید) کی مسرت واجتماعیت کا مظاہرہ ہوا، گویا یہودیوں کے مقابلہ میں یہ پہلا جرأت مندانہ اجتماعی اور دینی مظاہرہ تھا۔

نیز نقیع الخضمات کی اس دینی درسگاہ اور اسلامی مرکز کی وجہ سے مدینہ کے یہودیوں کے دینی وعلمی مرکز

---

[1] بخاری باب ایام الجاہلیۃ۔

[2] تفصیل کے لیے طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام اور وفاء الوفاء وغیرہ ملاحظہ ہو۔

بیت المدارس واقع فہر کی حیثیت کم ہوگئی جہاں وہ جمع ہوکر تدریس وتعلیم اور دعاخوانی کے ذریعہ مذہبی سرگرمی جاری جاری رکھتے تھے[1] اور اوس وخزرج یہودیوں سے بے نیاز ہوکر اپنے علمی ودینی مرکز سے وابستہ ہوگئے، اسلام سے پہلے اوس اور خزرج میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا اور اس بارے میں وہ یہودیوں کے محتاج تھے البتہ چند لوگ لکھنا جانتے تھے، ان ہی میں رافع بن مالک زرقی رض زید بن ثابت رض، اسد بن حضیر رض، سعد بن عبادہ رض، ابی بن کعب رض وغیرہ تھے[2] ان میں اکثر ہجرت عامہ سے پہلے مسلمان ہوکر تعلیم و تدریس میں سرگرمی دکھاتے تھے اور نقیع الخضمات کے مرکز سے ان کا خصوصی ربط وتعلق تھا اور اوس وخزرج کے مختلف قبائل اس علمی ودینی مرکز سے وابستہ تھے، ان تین مستقل درسگاہوں کے علاوہ اس زمانہ میں مدینہ کے مختلف علاقوں اور قبیلوں میں تعلیمی مجالس وحلقات جاری تھے، خاص طور سے بنو نجار، بنو عبدالاشہل، بنو ظفر، بنو عمرو بن عوف، بنو سالم وغیرہ کی مسجدوں میں اس کا انتظام تھا اور عبادہ بن صامت رض، عتبہ بن مالک رض، معاذ بن جبل رض، عمر بن سلمہ رض، اسید بن حضیر رض، مالک بن حویرث رضی اللہ عنہم ان کے امام ومعلم تھے۔

ان درسگاہوں کے نصاب تعلیم کے سلسلہ میں یہ جاننا ضروری ہے کہ اس تک عبادات میں صرف نماز فرض ہوئی تھی اور بیعت عقبہ کے وقت انصار مدینہ سے بیعت نساء (عورتوں کی بیعت) لی گئی تھی یعنی یہ کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، نہ چوری کریں گے، نہ زنا کریں گے، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے نہ کسی پر بہتان لگائیں گے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معروف میں نافرمانی کریں گے، ان درسگاہوں میں قرآن کی تعلیم کے ساتھ ان ہی امور کے بارے میں تعلیم وتربیت دی جاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رض کو تین باتوں کا حکم دیا تھا۔

وامرہ ان یقرئھم القرآن، ویعلمھم الاسلام، ویفقھھم فی الدین۔ — ان کو قرآن پڑھائیں اور اسلام کی تعلیم دیں اور ان میں دین کی بصیرت پیدا کریں۔

اس ہدایت کے مطابق ان درسگاہوں میں جس قدر قرآن اس مدت میں نازل ہوا تھا اس کی تعلیم دی جاتی تھی عام طور سے آیات وسورتیں زبانی یاد کرائی جاتی تھیں، انصار نے بیعت میں جن باتوں کا اقرار کیا تھا ان پر عمل کی تلقین و تاکید کی جاتی تھی، یہ درسگاہیں رات دن صبح، شام کی قید سے آزاد تھیں اور ہر شخص ہر وقت ان سے استفادہ کرتا تھا۔

---

[1] الاشتقاق لابن درید ص۲۶ [2] فتوح البلدان ص۴۵۹

نزلہ کُشتن روزِ اوّل

گلے میں خراش محسوس ہو یا چھینکیں آنا شروع ہوں تو سمجھ لیجیے کہ نزلہ زکام کی آمد آمد ہے۔ اسے معمولی بیماری سمجھ کر نظر انداز نہ کیجیے۔ فوری جوشینا لیجیے ورنہ زکام، کھانسی اور بخار جیسے تکلیف دہ امراض لاحق ہونے کا اندیشہ ہے۔
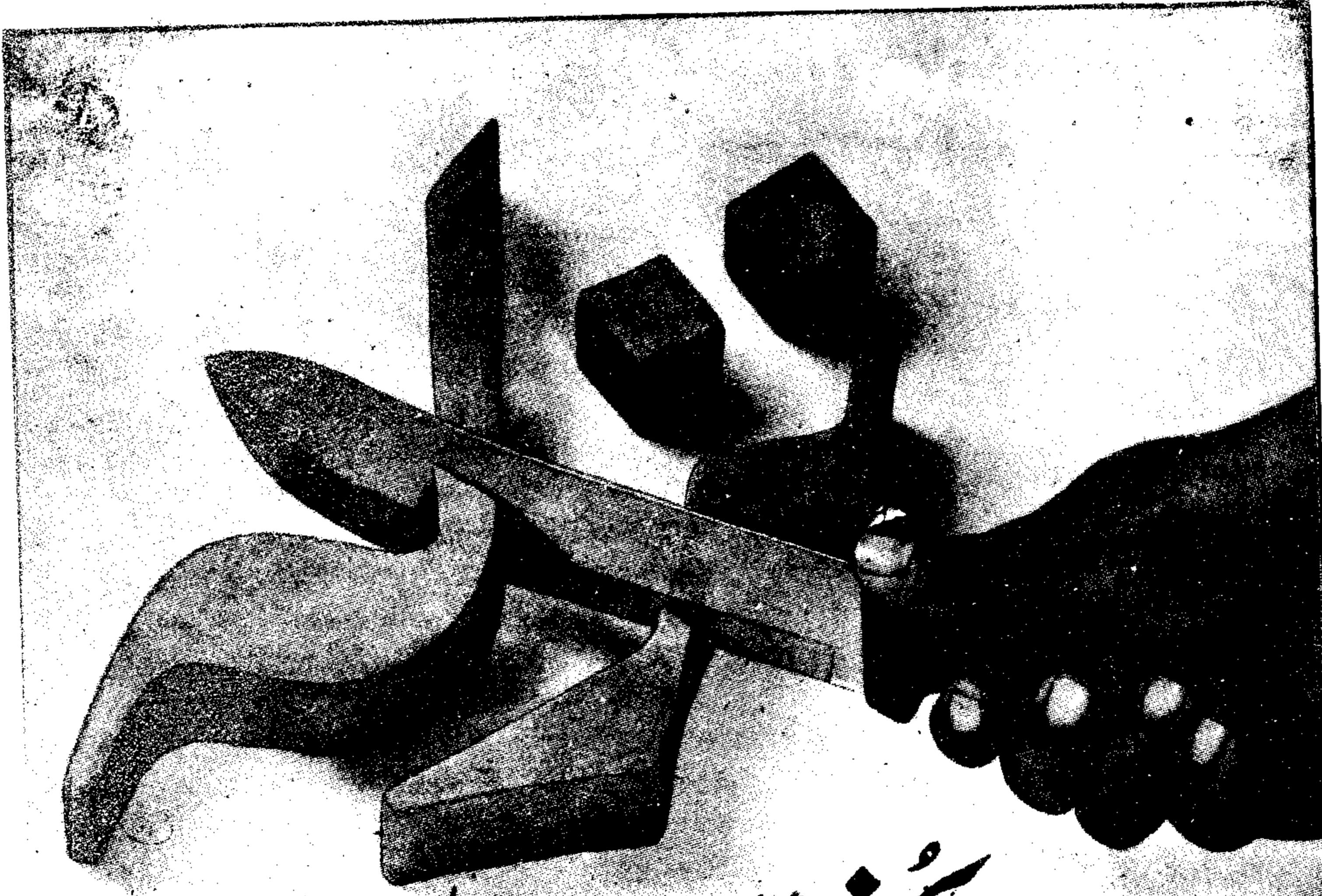
جوشینا۔ صدیوں سے استعمال ہونے والے جوشاندے کے نہایت مؤثر، کافی و شافی قدرتی اجزا کا خُلاصہ (ایکسٹریکٹ) ہے جو ہمدرد کے ماہرینِ فن نے سال ہا سال کے تجربات و تحقیق کے بعد جدید دور کے مصروف انسان کے لیے تیار کیا ہے تاکہ اسے جوشاندے کو ابالنے، چھاننے اور شکر ملانے کی زحمت نہ کرنی پڑے۔ ایک پیکٹ جوشینا ایک کپ گرم پانی میں ڈالیے فوری استعمال کے لیے جوشاندے کی ایک خوراک تیار ہے۔

ہمدرد کی فنی محنت اور دوا سازی کی صلاحیت کا مظہر
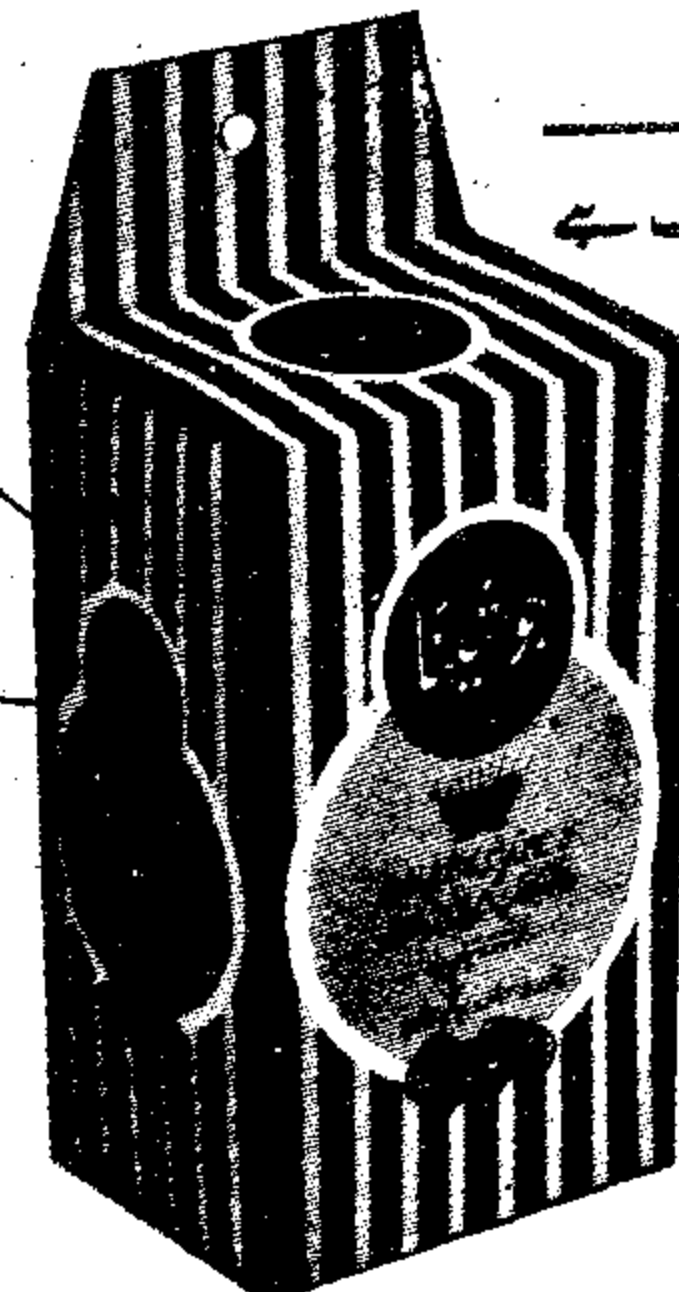
جوشینا دو پیکنگوں میں دستیاب ہے خوب صورت پلاسٹک مگ میں اور گتّے کے کارٹن میں۔

Adarts-JOS-۴/89
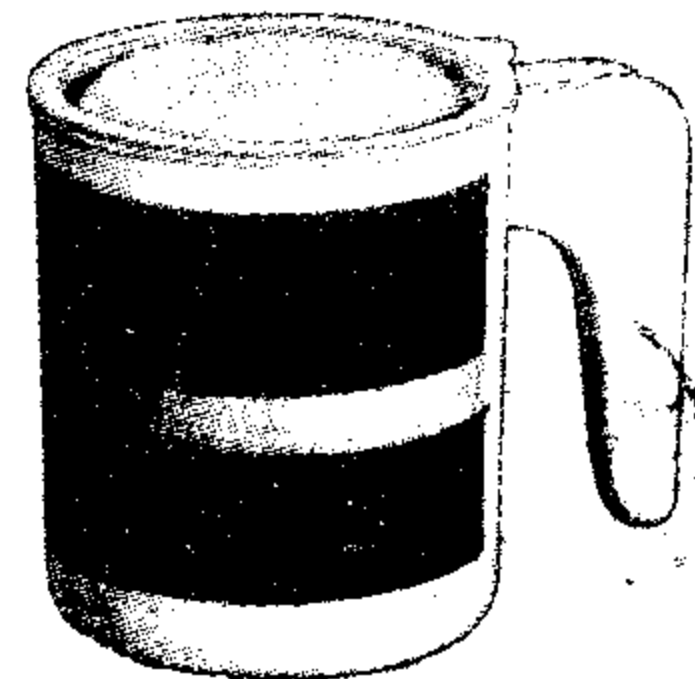
شبیر حسن لیکچرر کمرشل انسٹی ٹیوٹ سوہاوہ جہلم

امام التفسیر علامہ القرطبیؒ المالکی اور اُن کی تفسیر

تاریخ اسلام میں بے شمار ایسے علماء گذرے ہیں جنہوں نے مختلف میدانوں میں دین کی بے بہا علمی و عملی خدمات انجام دیں۔ مگر آج ہم ان کی زندگی اور خدمات سے ناواقف ہیں۔

امام القرطبی اسی قسم کے علماء میں سے ایک ہیں۔ ان کی نجی زندگی، زمانۂ طالب علمی اور ان کے تلامذہ تک بہت کم معلومات ہم تک پہنچی ہیں۔ ذیل میں ان کی زندگی کے متعلق ایک مختصر مضمون تحریر کیا گیا ہے

نام و نسب:- ان کا پورا نام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح انصاری خزرجی، اُندلسی قرطبی تھا۔[1]

ان کی تاریخ و سن پیدائش کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا تاہم قیاس کیا جا سکتا ہے کہ آپ چھٹی صدی ہجری کے آخری برسوں میں پیدا ہوئے۔

بچپن کے حالات ان کے بچپن کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے والد زراعت پیشہ تھے۔ اس دور میں قرطبہ کے کئی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ۶۲۷ھ کو عیسائیوں کی طرف سے ہونے والے ایک بلوے میں شہید ہو گئے۔[2]

اس سے اس دور کی معاشرتی بے چینی اور بدامنی کی طرف اشارہ بھی ملتا ہے۔ کیونکہ یہ اس دور کا واقعہ ہے جب قرطبہ کا امیر محمد[3] بن یوسف بن ہود (وفات ۶۳۵ھ) خاندان موحدین (۵۱۵ھ تا ۶۶۸ھ)[4] کی اطاعت سے آزادی کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔

سفر ۶۳۳ھ[5] کے قریب آپ نے قرطبہ چھوڑ دیا۔ مختلف شہروں سے پھرتے پھراتے سکندریہ تشریف لائے یہاں پہنچنے کی درست تاریخ معلوم نہیں ہو سکی۔ البتہ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ آپ ۶۴۸ھ سے قبل سکندریہ

---

[1] طبقات المفسرین (سیوطی) [2] القرطبی ومنهجه فی التفسیر (زلط) [3] القرطبی ومنهجه فی التفسیر (زلط)
[4] دائرہ معارف اسلامی (پنجاب) [5] القرطبی ومنهجه فی التفسیر (زلط)

میں موجود تھے۔ کیونکہ شیخ ابو محمد عبدالوہاب بن رواج کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا جن کی تاریخ وفات ۱۸ ذیقعدہ ۶۴۸ھ ہے۔ اسی طرح شیخ ابن جمنیزی شافعی کی شاگردی بھی کی۔ جن کی وفات ۶۴۹ھ کو ہوئی۔

کچھ عرصہ بعد آپ مصر اور صعید میں بھی رہے۔ اس کے بعد منیہ بنی خصیب میں تشریف لائے اور یہیں کے ہو رہے۔

شیوخ انہوں نے مندرجہ ذیل علماء سے اکتساب علم کیا۔

۱۔ شیخ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی (جو آپ ہی کی طرح قرطبہ چھوڑ کر سکندریہ میں ٹھہرے ہوئے تھے) ان سے المفہم فی شرح صحیح مسلم کا کچھ حصہ سنا۔ تفسیر میں شیخ ابو العباس سے اقوال نقل کرتے ہیں۔

۲۔ ابو محمد عبدالوہاب بن رواج۔ ان کے نام کے حوالے بھی تفسیر میں ملتے ہیں (وفات ۶۴۸ھ)

۳۔ ابن جمنیزی شافعی (۶۴۹ھ) شیخ مقری کا کہنا ہے کہ اندلس کے خواص فقہا صرف مالکی مذہب پر بس نہ کرتے تھے بلکہ تمام مذاہب کا مطالعہ کرتے تھے۔

۴۔ ابو جعفر احمد المعروف ابی الحجہ۔

۵۔ ربیع بن عبدالرحمٰن بن احمد بن ربیع۔

۶۔ ابو القاسم خلف بن بشکوال۔

۷۔ ابن مضاء احمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن مضاء۔

۸۔ ابو محمد بن حوط اللہ عبداللہ بن سلیمان بن عمر حوط اللہ انصاری۔

جن شیوخ سے آپ نے احادیث روایت کیں۔

۱۔ ابو الحسن علی بن محمد بن علی بن حفص یحصبی۔

۲۔ ابو الحسن علی الحسن بن محمد بن محمد البکری[۵]

۱ **التذکرہ**:۔ یہ کتاب چھپی ہوئی اور عام ہے۔ اس میں شیخ نے موت، مُردوں کے احوال اور جنت و دوزخ کا تذکرہ کیا ہے انہوں نے اس کتاب میں ائمہ امت اور ثقہ روایات کو جمع کر دیا ہے۔ ہر باب کے آخر میں ایک یا کئی فصلوں میں حسب ضرورت اور مفید اضافہ کیا ہے۔

اس کتاب کو امام شعرانی نے مختصر کیا جو چھپ کر عام ہو چکی ہے بعض علماء نے امام شعرانی کی طرف اس کتاب کی نسبت کو مشکوک ٹھہرایا ہے۔

---

۵ دیباج المذہب ابن فرحون

حاجی خلیفہ کا خیال ہے کہ دوسرے بعض علما تذکرہ کو کسی گمنام عالم کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ جسے قرطبی نے مختصر کیا تھا۔ چنانچہ وہ اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے امام شعرانی کو نظر انداز کر جاتا ہے[1]۔ جس سے شک یقین کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔

۲۔ "التذکار فی افضل الاذکار"۔ یہ کتاب بھی عام ہے (طبع الخانجی) سے چھپی ہے۔ شیخ قرطبی اس کے مقدمے میں لکھتے ہیں: "قرآن کی تلاوت بہترین اعمال بہترین سرمایہ اور اہم چیز ہے۔ یہ بہترین ذکر اور محکم اقوال میں سے ہے۔ میں نے اس سبب سے یہ کتاب تصنیف کی۔

وہ کتاب میں ایک جگہ وضاحت کرتا ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ کوئی ایسی کتاب لکھوں جو قرآن کی فضیلت اس کے پڑھنے سننے اور عمل کرنے والے، احترام کرنے والے، اس کی تلاوت کرنے والے اور اس پر رو پڑنے والے کی فضیلت بیان کروں۔ نیز ریاکاری اور تکبر کی مذمت کروں یا قرآن کے متعلق دوسری چیزیں ہوں ان کا ذکر کروں۔

شیخ وضاحت کرتے ہیں۔ کہ پہلے ان کا مقصد الاربعین من احادیث النبوی کی تخریج تھا۔ لیکن جب یہ دیکھا کہ بہت سے علماء اس معاملے میں ان سے سبقت کر چکے ہیں تو انہوں نے یہ کتاب تالیف کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

۳۔ "الاسنی فی شرح اسماء اللہ الحسنی"۔ حاجی خلیفہ نے اس کتاب کی نسبت امام قرطبی کی طرف کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ شیخ نے ابتداء میں اکتالیس فصلوں میں اسماء اللہ کے احکام بیان کئے ہیں۔ اور چار حصوں میں اسماء اللہ کی شرح بیان کی ہے۔

۴۔ "شرح التقصی"۔ کارل براکلمان کا کہنا ہے کہ قرطبی نے ابن عبدالبر کی کتاب التمہید کو مختصر کیا تھا۔ ممکن ہے کہ اسی کی دوسری کتاب "کتاب التقصی" کو بھی مختصر کیا ہو اور اس کا نام "شرح التقصی" رکھ دیا ہو کیونکہ اس کا کہنا ہے کہ اس کتاب کے دو مخطوطہ نسخے مکتبہ کوبرلی (ترکی) میں سیریل نمبر ۴۹۷، ۴۱۷ کے تحت موجود ہیں۔

۵۔ "رسالہ فی القاب الحدیث"۔ براکلمان وضاحت کرتا ہے کہ الجزائر لائبریری میں سیریل نمبر ۳۱ کے تحت یہ کتاب موجود ہے۔

۶۔ "الاقضیہ"، مکتبہ آصفیہ کی فہرست جلد اول صفحہ ۵۰۶ پر اس کتاب کا ذکر موجود ہے یہ لائبریری حیدر آباد دکن (انڈیا) میں واقع ہے۔

۷۔ "المصباح فی الجمع بین الافعال والصحاح"، یہ ایک لغوی کتاب ہے جس میں شیخ نے ابوالقاسم علی بن جعفر بن

---

[1] کشف الظنون

القطاع (وفات ۵۱۵ھ) کی الافعال اور جوہری کی الصحاح کو مختصر کیا ہے۔ یہ کتاب بریل بلیدن لائبریری ہو لنڈا میں سیریل نمبر ۴۳ کے تحت درج ہے۔

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں بعض ایسی کتب کے حوالے دئیے ہیں جن کے بارے میں ہماری معلومات مکمل نہیں، نے ان کا حوالہ دیتے ہوئے انہیں اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

۸۔ "المقتبس فی شرح الموطا مالک بن انس" شیخ نے اپنی تفسیر میں آیت ۲۰۳ بقرہ پر اس کا حوالہ ان الفاظ کے ساتھ دیا ہے:۔

قلت ھو مسند من حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن النبیؐ خرجہ دار قطنی وغیرہ وقد ذکرناہ فی المقتبس فی شرح مالک بن انسؓ الخ

ان الفاظ سے ہم بخوبی یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس نام کی کوئی کتاب شیخ نے تالیف کی ہو گی۔

۹۔ منہج العباد و محجۃ السالکین والزھاد۔ شیخ نے اپنی تفسیر میں جلد ۵ صفحہ ۲۱۶ پر اس کتاب کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

وقد ذکرناہ فی غیر ھذا الموضع من کتاب منہج العباد و محجۃ السالکین والزھاد۔

۱۰۔ اللمع اللؤلؤیۃ فی شرح العشرینات النبویۃ۔ شیخ نے اپنی تفسیر میں جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۸ پر اس طرح ذکر کیا ہے:۔

والاخبار فی ھذا المعنی کثیرۃ وقد اتینا علی جملۃ فی اللمع اللؤلؤیۃ فی شرح العشرینات النبویۃ للفارادی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم جن کا نام فارادی ہے ان کی کتاب العشرینات النبویہ کی شرح شیخ نے کی ہو گی

امام قرطبی بطور مفسر قرآن تفسیر قرطبی عالم اسلام کی درجہ اول کی تفاسیر میں سے ہے کہنے کو تو یہ احکام کی تفسیر ہے مگر اس میں اختلاف قرأت ناسخ و منسوخ اور تفسیری واقعات بھی کثرت سے ملتے ہیں۔ اس تفسیر کے شہرۂ عام اور مفید ہونے کی یہی دلیل کافی ہے۔ کہ آخر ساتویں صدی ہجری سے لے کر آج تک یہ تفسیر علماء میں قدر اور وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ ہم اس کا ایک طائرانہ نظر سے مطالعہ کرتے ہیں۔

تفسیر قرطبی کا علمی مقام مورخین اور علماء نے تفسیر قرطبی کی تعریف کی ہے اور اس کی علمی برتری کا اعتراف کیا ہے۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں [1]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ شمس الدین الذھبی۔

کہ تشنگان علم اس تفسیر (قرطبی) کی طرف رخت سفر باندھتے ہیں۔

★ ابن فرحون کہتے ہیں کہ "قرطبی نے اپنی تفسیر میں ایک بہت بڑی کتاب جمع کر دی ہے وہ جلیل القدر تفاسیر میں سے ہے اور فائدے کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر ہے"[1]

★ داؤدی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

★ ابن عماد کہتے ہیں "تفسیر قرطبی سلف کے تمام مذاہب کے بارے میں آگاہ کرتی ہے"[2]

★ ابن خلدون نے کہا۔ "مشرقی دنیا میں تفسیر قرطبی کو شہرت دوام حاصل ہے"[3]

★ حافظ عماد الدین ابن کثیر بھی تفسیر قرطبی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ وہ ان کی روایات کو مستقاً اخذ کرتے تھے چنانچہ فاتحہ کی فضیلت میں دو طرفہ دلائل دیتے ہوئے ابن کثیر نے امام قرطبی کا بھی ذکر کیا ہے[4]

احادیث و آثار کی نقد و جرح شیخ قرطبی اندھا دھند روایات نقل نہیں کرتے بلکہ ان کی جرح بھی کر جاتے ہیں جو اس کی تفسیری قیمت کو مزید بڑھا دیتی ہے فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ کے تحت بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ اندھیری رات میں صحابہ کرامؓ نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق مختلف جہات کی جانب منہ کر کے نماز ادا کی۔ پھر نبی اکرمؐ کے پاس حاضر ہو کر صورت حال کا ذکر کیا۔ آپ نے اس آیت کے حوالے سے تمام حضرات کی نمازوں کو درست قرار دیا۔ آگے لکھتے ہیں:۔

قال ابو عیسیٰ اسنادہ لیس بذالک. لا نعرفہ من حدیث اشعث وکان اشعث بن سعید کان ضعیف الحدیث۔

تفسیر قرطبی اور اسرائیلیات دیگر قدیم تفاسیر کی طرح قرطبی بھی اسرائیلیات سے مبرا نہیں ہے البتہ بعض اوقات شیخ ایسی روایات جو بے سروپا ہوں کو درج کر کے ان کی عقلی و نقلی تردید کر دیتا ہے جیسا کہ انہوں نے وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت کے تحت واقعہ نقل کر کے کہا ہے چنانچہ وہ آخر میں لکھتے ہیں:

وقلنا ھذا کلہ ضعیف وبعید عن ابن عمر وغیرہ فانہ قول تدفعہ الاصول فی الملئکۃ الذین ھم امناء اللہ علی وحیہ وسفراءہ الی رسلہ، لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون، بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون ۔ وغیر ذالک

تعجب کی بات ہے کہ قرطبی جیسا مفسر بھی ان تمام اخبار و خرافات کو نقل کر دیتا ہے جب کہ اسے ان کے فساد

---

[1] دیباج المذھب لابن فرحون [2] شذرات الذھب لابن العماد الحنبلی [3] المقدمہ فصل علوم القرآن لابن خلدون [4] تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر

اور بطلان کا بخوبی علم ہے۔ بہر حال اس سے دور رہنے میں ہی بھلائی ہے کیونکہ موجودہ دور میں مستشرقین نے انہیں روایات کا سہارا لے کر دین اسلام کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا ہے۔

تفسیر قرطبی اور احکام شیخ موصوف نے احکام کے بارے میں وسعت ظرفی کا مظاہرہ کیا ہے۔

بعض اوقات وہ اپنے مذہب (مالکی) کے حق میں دلائل دے کر اسے ثابت کر دیتا ہے لیکن بعض مواقع پر دوسری احادیث پر اعتماد کا اظہار کرتا ہے۔ اور اپنے مسلک کی پرواہ نہیں کرتا چنانچہ ویقیمون الصلوٰۃ کے تحت چودھواں مسئلہ بیان کرتا ہے کہ تکبیر تحریمہ جمہور کے نزدیک مسنون ہے لیکن ابن قاسم مالکی اسے واجب قرار دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ جس شخص کی تین یا اس سے زائد تکبیریں عمداً یا سہواً ضائع ہو جائیں وہ سجدہ سہو کرے ورنہ اس کی نماز باطل ہو جائے گی جب کہ عبداللہ بن حکم وغیرہ کا کہنا ہے کہ اس پر کچھ واجب نہ ہو گا۔ شیخ موصوف نے مؤخر الذکر رائے کو ترجیح دی ہے۔ اور وضاحت کر دی کہ اس نے جمہور کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ کچھ احادیث اس مسلک کی تائید میں بیان کر دیں اور کہا:۔

قلت هذا هو الصحيح وهو الذى عليه جماعة فقهاء الامصار من الشافعين والكوفين وجماعة اهل الحديث والمالكين غير من ذهب مذهب ابن القاسم!

قرطبی کا عدم تعصب قرطبی مالکی المذہب ہے لیکن وہ اس بارے میں متعصب نہیں۔ دلائل جمع کرنے کے بعد اگر وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے دلائل وقیع نہیں تو دوسرے مذہب کو ترجیح دیتا ہے۔ اور مالکی مذہب سے آزاد ہو جاتا ہے اور اس بات کی وضاحت بھی کر دیتا ہے۔ چنانچہ

اُحل لكم ليلة الصيام الرفث الى نسائكم کے تحت بارہواں مسئلہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مالک شافعی اور اصحاب الرائے کا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص بھول کر کھالے یا یہ سمجھ کر کہ اس نے روزہ افطار کر لیا ہے مجامعت کرلے تو اس پر قضا ہے اور کفارہ نہیں۔ ابن منذر نے بھی یہی کہا ہے۔ اور ایک مذہب یہ ہے کہ قضا اور کفارہ دونوں ہوں گے۔ ابو عمر نے کہا کہ مالک کا اصلی مذہب یہ ہے کہ کفارہ لازم نہ آئے گا۔ کیونکہ جس نے بھی بھول کر کھا لیا وہ مضطر ہے۔ مالک کے علاوہ دوسروں کے ہاں یہ ہے کہ وہ مضطر نہیں ہے۔ قرطبی آخری مذہب اختیار کرتا ہے۔ کہ جو شخص بھول کر کھالے تو اس کے ذمے نہ کفارہ ہو گا نہ قضا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

قلت وهو الصحيح وبه قال جمهور من اكل او شرب ناسيًا فلا قضاء عليه وان صومه تام لحديث ابى هريرة الخ

باطنی تفسیر کے بارے میں امام قرطبی کی رائے رمز اور اشارے سے بات کرنے، اور اس طرح قرآن کی تفسیر کرنے کے بارے میں علماء نے دو اصول مقرر کئے ہیں:۔

۱۔ ایسی تفسیر عربی لغت اور عام بول چال کے خلاف نہ ہو۔

۲۔ شریعت اسلامیہ کے خلاف نہ ہو اور دلیل کے بغیر کوئی دعویٰ قبول نہ کیا جائے۔

قرطبی اس طرز تفسیر کو قبول نہیں کرتا۔ چنانچہ یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس الخ کے تحت قرطبی قاضی ابوبکر ابن عربی کے حوالے سے لکھتا ہے (اس نے اس سے مراد قرآن لیا ہے) وہ (تعبیر) بعید ہے۔ کیونکہ اول تو وہ روایت ہے اور ٹھیک بھی ہو تو عقلاً درست نہیں ہے۔ کیونکہ سیاق کلام یہ ثابت نہیں کرتا۔ پھر لکھتے ہیں کہ کہا گیا کہ اس سے مراد اہلبیت اور بنو ہاشم ہیں وہ نحل ہیں اور شراب سے مراد قرآن اور حکمت ہیں۔

آگے بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے منصور (عباسی) کی محفل میں اسی بات کا ذکر کیا تھا اس نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا۔

جعل الله طعامك وشرابك مما يخرج من بطون بني هاشم فأضحك الحاضرون و بهت الآخر وظهرت سخافة قوله

عقیدہ قرطبی بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ اہل مغرب اور اندلس والوں کا عقیدہ عام طور پر اسلامی سُنّی سلفی تھا حتیٰ کہ محمد ابن تومرت (۴۷۰ تا ۵۲۵ھ) جو دولت موحدین (۵۱۵ تا ۶۶۸ھ) کا بانی تھا برسر اقتدار آیا۔ وہ مشرق سے شیخ ابوالحسن اشعری کے مسلک کے شیوخ کو اپنے ساتھ لے گیا جس وجہ سے علماء میں عقیدہ اشاعرہ کا چرچا ہونے لگا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اندلس کے علماء دور موحدین سے قبل بھی علما اشاعرہ موجود تھے۔ چنانچہ ابن ابی زید القیروانی جو ۳۸۶ھ میں فوت ہوئے وہ بھی اشعری تھے۔ اور معتزلہ سے دفاع کرتے تھے معتزلہ کے رد میں ان کا ایک رسالہ بھی موجود ہے۔

اسی طرح شیخ قرطبی فمن يرد الله ان يهديه يشرح صدره للاسلام کے تحت معتزلہ عقائد کا رد کرتے ہیں اور اہلسنت کے مذہب کی مدافعت کرتے ہیں۔

ذاتی اوصاف الغرض شیخ قرطبی جامع الصفات شخصیت تھے۔ آپ انتہائی سادہ اور بے تکلف زندگی بسر کرتے تھے مختصر لباس پہنتے تھے[۵] اتقا اور پرہیزگاری ان کا وصف تھا۔ اس کے برعکس آپ اپنے فن میں کمال اور علم میں تبحر کے حامل تھے ان کی تصانیف، کثرت مطالعہ، معلومات، امارت و فضیلت کو گواہ ہیں۔ **وفات**[۶]۔ آپ منیہ بنی خصیب میں رہتے تھے وہیں ۹ شوال ۶۷۱ھ کو وفات پائی اور وہیں دفن کئے گئے۔ حال ہی میں دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر منیا نامی جگہ پر ۱۹۷۱ء میں ایک مسجد مسجد القرطبی کے نام سے تعمیر کی گئی ہے۔ وہیں ان کا مقبرہ بھی تعمیر کیا گیا ہے ان کی نعش کو اس مقام پر از سر نو دفن کیا گیا ہے۔ یہ جگہ زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حاشیے پچھلے: [۱] الاعلام زرکلی [۲] دیباج المذہب ابن فرحون [۳] القرطبی ومنہجہ فی التفسیر (ذہبی)

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.
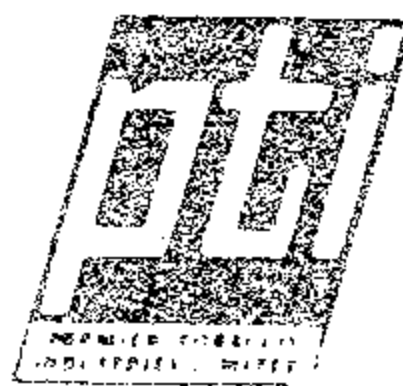
PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

جناب حمد اللہ قریشی
چیئرمین شعبہ عربی و اسلامیات گورنمنٹ کالج
صوابی

جبین کا معنی محض کروٹ نہیں پیشانی بھی ہے

عمدہ تطبیق اور حسنِ تاویل کی بہترین توجیہ

ماہنامہ "الحق" میں جبین ماتھا ہے یا کروٹ کے عنوان سے آپ نے ایک دلچسپ مقالہ شائع کیا ہے جس سے ایک دلچسپ بحث کے آغاز کی امید کی جاسکتی ہے الحق کا یہی وہ بحث علم و تحقیق ہے جو اسے ملک کے تمام علمی و ادبی اور دینی جریدوں میں ممتاز مقام بخشتا ہے اس بارے میں میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ قارئین الحق کی نذر کرتا ہوں۔ (حمد اللہ قریشی)

دسمبر ۱۹۹۱ء کے الحق میں محترم و مکرم مولانا سید تصدق بخاری صاحب کا مقالہ "جبین کروٹ ہے یا ماتھا" نظر سے گزرا۔ مجھے اس بات پر قطعاً اصرار نہیں کہ جبین کے معنی "ماتھا" ہی ہیں لیکن مولانا محترم و مکرم نے چند اکابرین کے بارے میں جو ریمارکس دیتے ہیں ان سے مجھے اختلاف ہے آپ نے حضرت شاہ رفیع الدینؒ، حضرت شاہ عبدالقادرؒ، حضرت مولانا عبدالحق حقانیؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، مولانا غلام اللہ خانؒ اور مولانا احمد رضا خان صاحبؒ کی تفاسیر میں" وتلہ للجبین" کے معنی "پیشانی کے بل گرا دیا" کے حوالے سے لکھا ہے" مذکورہ بالا علم و عرفان کے آسمان کے ستاروں نے جبین کا ترجمہ "ماتھا" یعنی "پیشانی" کیا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے، اس تسامح کا ارتکاب اس لیے ہوا ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے اولاً اپنے ترجمہ میں جبین کا ترجمہ ماتھا لکھ دیا اور بعد کے علماء کرام نے آپ پر اعتماد کرکے اصل حقیقت کی نہ مراجعت کی اور نہ التفاتاً نہ تحقیق کی" ان ریمارکس سے تین باتوں کا تاثر ہوتا ہے۔

۱۔ جبین کا ترجمہ "ماتھا" بالکل غلط ہے۔

۲۔ اس غلطی کا ارتکاب سب سے پہلے شاہ عبدالقادرؒ نے کیا۔

۳۔ بعد کے علماء کرام نے تحقیق و تفتیش سے آنکھیں بند کرکے اس غلط لفظ کو برقرار رکھا۔

اس میں شک نہیں کہ عربی زبان میں "ماتھا" کے لیے "جبهة" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے لیکن جبہہ اور جبین کا آپس میں جو تعلق ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں یہ دونوں الگ چیزیں نہیں ہیں بلکہ جبین جبہہ ہی کا ایک حصہ ہے

چنانچہ محترم و مکرم مقالہ نگار نے اپنے حق میں جن حضرات کی تفاسیر کے حوالے دیئے ہیں ان کے اقتباسات پڑھ کر معلوم کیا جا سکتا ہے کہ ان حضرات کی نظروں میں بھی دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے اسی گہرے تعلق کی بناء پر عرب کبھی کبھی جبین کو جبھہ کے معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں چنانچہ عمرو بن کلثوم کے معلقہ حامسہ کے ایک شعر کے اس مصرع " تشجّ قفا المثقف والجبینا[1] " میں جبین جبھہ کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی ہماری قنات نیزہ باز کے گردن اور پیشانی کو زخمی کرتی ہے" امام بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ کی جو روایت بیان کی ہے اس میں ہے کہ سخت سردی کے موسم میں آپ پر وحی اترتی، جب وحی موقوف ہو جاتی تو آپ کی جبین سے پسینہ بہنے لگتا " وإنّ جبینه لیفصل عرقاً[2] " اگر جبین سے مراد صرف ماتھے کی کروٹ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک کروٹ سے پسینہ بہتا اور دوسری کروٹ خشک رہتی تبھی تو آپ نے "جبینان" نہیں کہا لیکن ایسا ناممکن ہے پس صحیح معنی یہ ہیں کہ آپ کی پیشانی سے پسینہ بہتا۔ عربی کا ایک دوسرا شعر جس کا اصل ماخذ مجھے معلوم نہ ہو سکا مجھے اپنے دوست پروفیسر نور البصر صاحب شعبہ انگریزی سے ملا جس میں جبین پیشانی کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے

نساء زلیخا لو رأین جبینه لآثرن بالقطع القلوب علی الید

اگر زلیخا کی ہم نشین عورتیں نبی علیہ السلام کی پیشانی دیکھتے تو قطع ید کی جگہ دلوں کے کاٹنے کو ترجیح دیتیں" اردو زبان میں تو یہ لفظ صریحاً پیشانی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

تو اپنی سرنوشت اب اپنے قلم سے لکھ خالی رکھی ہے خامۂ حق نے تری جبین

آخر یہ لفظ اردو میں کہاں سے آیا؟

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ جبین کا ترجمہ ماتھا کرنا کلی طور پر غلط نہیں ہے دوسری بات کہ اس غلطی کا ارتکاب سب سے پہلے شاہ صاحبؒ نے کیا، بھی درست نہیں اگر یہ ترجمہ غلط ہے تو اس کا ارتکاب سلف صالحین نے بھی کیا ہے۔ علامہ آلوسیؒ رقمطراز ہیں " وقیل المراد کبه علی وجهه وکان ذلك باشارة منه[3] " اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اوندھے منہ گرانا ہے اور یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اشارہ پر کیا گیا" مولانا ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ مجاہدؒ اور ابن عباسؓ کا بیان ہے۔ " أنّ ابراهیم کبّهٗ علی وجهه[4] " ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اوندھے منہ گرا دیا۔ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی حکایت بیان کی ہے کہ انہوں نے باپ سے کہا " یا أبت کبنی لوجهی[5] " ابا جان مجھے اوندھے منہ لٹا دو" بعد میں لکھتے

[1] "سبع معلقات" المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور، ص۱۳۸ شعر ۵۹۔ [2] محمد بن اسمٰعیل "صحیح بخاری" قدیمی کتب خانہ بمقابل آرام باغ ج ۱ ص۲ باب کیف کان بدء الوحی۔ [3] "روح المعانی" المکتبۃ الرشیدیہ لمیٹڈ لاہور پاکستان ج ۱۲ ص۱۳۱۔ [4] "تفسیر المظہری" مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ ج ، ص۱۳۱۔ [5] "تفسیر الخازن" دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت لبنان ج ۴ ص۲۳۔

ہیں " ففعل ابراھیم ذالك " ابراہیم علیہ السلام نے ویسا ہی کیا اس سے ثابت ہوا کہ مذکورہ ترجمہ شاہ عبدالقادرؒ کے ذہن کا اختراع نہیں بلکہ اس کے لیے ٹھوس بنیادیں موجود ہیں۔ تیسری بات کہ بعد کے علماء کرام نے تحقیق و تفتیش کے بغیر شاہ صاحب پر اعتماد کیا خود بخود غلط ثابت ہو گئی ۔

جن حضرات کا مولانائے محترم و مکرم نے دفاع کیا ہے آخر ان پر تو بھی یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ جبین کے معنی محض کروٹ کے نہیں بلکہ پیشانی کے کروٹ کے ہیں جب کہ ان کا ترجمہ ہے " اور باپ نے بیٹے کو کروٹ پر لٹا دیا " پس دونوں ترجموں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جن حضرات نے " ماتھے کے بل گرا دیا " ترجمہ کیا ہے ان کے بارے میں سمجھا جائے کہ شاید اس سے ان کی مراد ماتھے کی کروٹ ہو اس لیے کہ ماتھے کی کروٹ بھی ماتھا ہی ہے جیسا کہ پیشانی سے کھینچا اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص پیشانی کے بالوں سے کھینچا جائے یا جیسا کہ سر منڈوانے کا مطلب سر کے بالوں کا منڈوانا ہوتا ہے ۔ اسی طرح جن حضرات نے محض کروٹ کے معنی کئے ہیں ان کے بارے میں یہ سمجھا جائے کہ کروٹ سے ان کی مراد پیشانی کی کروٹ ہے ۔ مقالہ کے بارے میں مجموعی تاثر یہ ہے کہ یہ ایک تحقیقی مقالہ ہے جس کی تعریف ہونی چاہیئے ۔ اس مقالہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جن حضرات کے ساتھ مقالہ نگار نے اختلاف کا اظہار کیا ہے ان کے نام بڑے احترام کے ساتھ لیے ہیں جس سے ان کی اسلام دوستی للہیت اور تعصب سے پاک ذہن کی عکاسی ہوتی ہے ۔ البتہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے بارے میں معمولی سی جانبداری کی گئی ہے جناب حضرت مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ کے حاشیہ پر لکھے ہوئے یہ الفاظ کہ " جیسا جانور کو لٹاتے ہیں " سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس سے " فلما اسلما " کی روح مجروح ہو جاتی ہے ۔ جانور لیٹتے وقت مزاحمت کرتا ہے اور لٹانے کے بعد بھی اسی کیفیت میں ہوتا ہے جب کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام خود سر تسلیم خم کر چکے تھے اس لیے دونوں کے لٹانے میں ضرور فرق ہو گا ، تاہم تشبیہ جزو میں ہوتی ہے کل میں نہیں اس لیے اس کی تاویل بھی کی جا سکتی ہے ۔

لہ ایضاً ۔

دفتر ہو، یا فیکٹری
دوکان ہو، یا گھر
شیشہ
خواجہ کا
خواجہ گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ
شاہراہ پاکستان ـــــــ حسن ابدال
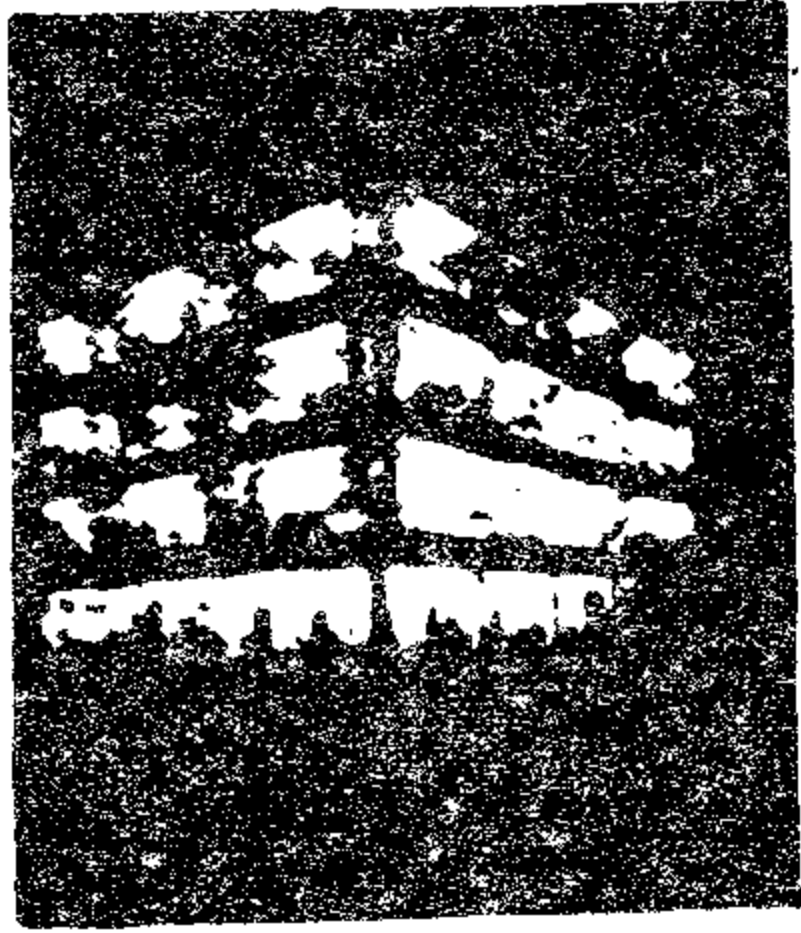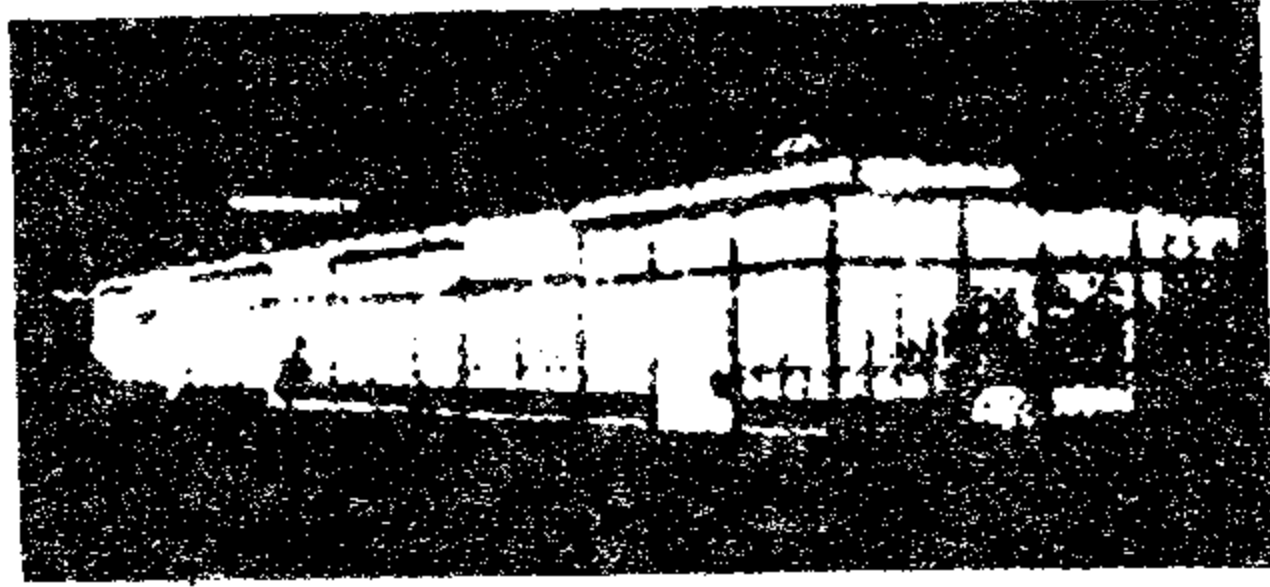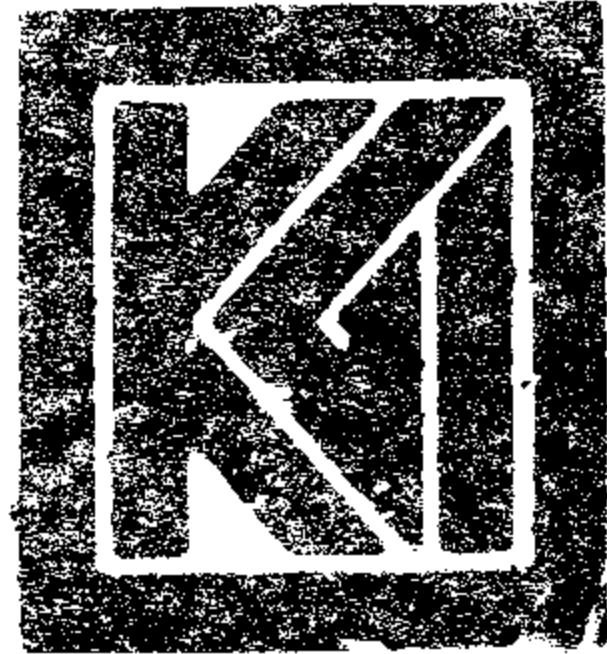
ادھار چیز زیادہ قیمت پر بیچنے کی شرعی حیثیت

الحق میں اس مقالہ کی اشاعت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ادارہ کی بھی یہی رائے ہے البتہ ریسرچ و تحقیق علمی اور فقہی حلقوں میں سے بحث و تحقیق، استدلال اور اس موضوع پر جامع اور عظیم تر مواد، مآخذ، دلائل اور استنباطات کی جدید تحقیقات بہترین علمی کاوشوں کی صورت میں سامنے آجائیں گی ملک بھر کے جید علماء کرام مفتیان عظام اور مذہبی سکالروں نے اس مضمون کا نوٹس لیا ہے اس سلسلہ کے جوابی اور تحقیقی مضامین کا آئندہ شمارے سے سلسلہ اشاعت شروع کیا جائے گا۔ پیش نظر مضمون کی دوسری قسط بھی اسی لیے شائع کر دی ہے تاکہ موضوع سے دلچسپی لینے والے حضرات کے سامنے مولانا محمد طاسین صاحب اور اس مسئلہ میں ان کے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے حضرات کا موقف اپنے تمام تر استدلال اور توضیحات کے ساتھ سامنے آسکے۔ ادارہ

قرآن مجید کی جس دوسری آیت سے معاملہ زیر بحث کی شرعی حیثیت پر روشنی پڑتی اور اس کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے وہ سورۃ النساء کی یہ آیت ہے:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (الآیہ: ۲۹)	اے وہ لوگو جو ایمان لاتے ہو تم آپس میں ایک دوسرے کے اموال ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ وہ ایسی تجارت کا طریقہ ہو جس میں فریقین کی حقیقی رضامندی پائی جاتی ہو۔

اس آیت کریمہ کے دو حصے ہیں پہلے حصہ میں باطل طریقہ سے ایک دوسرے کا مال کھانے لینے کی ممانعت ہے اور اِلَّا حرف استثناء کے بعد دوسرے حصہ میں ایسی تجارت کے طریقہ سے ایک دوسرے کا مال لینے کی اجازت ہے جس میں ہر فریق کی حقیقی اور دلی رضامندی پائی جاتی ہو، پہلے حصہ میں جو لفظ باطل ہے حق کی ضد ہے اسی وجہ سے اس کا ترجمہ ناحق کیا جاتا ہے، بعض مفسرین کرام نے باطل کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت حسن بصریؒ

کا یہ قول پیش کیا ہے:۔

الباطل ھو کل ما یوخذ من الانسان بغیر عوض۔ (تفسیر الکبیر ج ۱۰ ص ۷)

ہر وہ مال لینا باطل ہے جو کسی انسان سے بغیر عوض لیا جائے۔

تفسیر المنار میں علامہ رشید رضا نے باطل کی تفسیر میں لکھا ہے:

اما الباطل ما لم یکن فی مقابلۃ شیئ حقیقی۔

باطل وہ ہے جو کسی حقیقی شے کے مقابلہ میں نہ ہو یعنی اس کے بالمقابل کوئی حقیقی چیز نہ ہو۔

لہذا آیت مذکور کے پہلے حصہ کا مطلب ہوا مسلمانو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال بغیر عوض کے نہ لو، یعنی معاوضے کے معاملات میں ایک دوسرے کا مال بغیر ایسے عوض کے نہ لو جو مالیت اور قدر و قیمت میں اس کے برابر ہو کیونکہ کسی مال کا صحیح عوض اور بدل صرف وہ ہوتا ہے جو قدر و قیمت میں اس مال کے برابر ہو بنا بریں آیت کے پہلے حصہ کی رو سے ہر وہ معاشی معاملہ باطل اور ممنوع قرار پاتا ہے جس میں ایک فریق کے لیے اس کے مال کا سرے سے عوض موجود ہی نہ ہو یا عوض تو موجود ہو لیکن قدر و قیمت کے لحاظ سے اس مال کے مساوی نہ ہو۔

آیت کے دوسرے حصہ میں معاوضے کے صرف اس معاملہ کو باطل سے مستثنیٰ اور جائز بتلایا گیا ہے جس میں ہر فریق کے لیے اس کی چیز کا بدل موجود ہوتا لہذا فریقین کی حقیقی رضامندی پائی جاتی ہے چونکہ تجارت یعنی بیع و شراء کا معاملہ ایسا ہی ہے اس میں بائع کو اپنی چیز کا عوض ثمن اور قیمت کی شکل میں اور مشتری کو اپنی چیز کا عوض خریدی ہوئی شے یعنی بیع کی شکل میں ملتا ہے، البتہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بائع، مشتری کی کسی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی چیز اس سے زائد قیمت پر بیچ دیتا ہے جو قیمت بازار میں عام طور پر اس چیز کی ہوتی ہے یا مشتری، بائع کی کسی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی چیز اس قیمت سے کم قیمت پر خرید لیتا ہے جو بازار میں عام طور پر ہوتی ہے لہذا بیع و شراء کی ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ ایک فریق کی حقیقی رضامندی موجود نہیں ہوتی اس وجہ سے کہ اس کے لیے اس کی چیز کا پورا اور صحیح عوض و بدل موجود نہیں ہوتا لہذا بیع و شراء کا ایسا معاملہ ایک فریق کی حقیقی رضامندی موجود نہ ہونے کی وجہ سے ناجائز و ممنوع قرار پاتا ہے جہاں تک ظاہری اور زبانی رضامندی کا تعلق ہے وہ تو معاملہ ربوٰ میں بھی موجود ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود ربوٰ کا معاملہ حرام و ممنوع رہتا ہے بلکہ حقیقت میں رضامندی کا خارجی اور معروضی معیار ہر فریق کے لیے اس کی چیز کا صحیح عوض و بدل موجود ہونا ہے وہ موجود ہو تو اس کا مطلب رضامندی کا موجود ہونا ہے اور موجود نہ ہو تو اس کا مطلب رضامندی کا موجود نہ ہونا ہے، آیت مذکور کی تفسیر میں جو عرض کیا گیا ہے اس کی روشنی میں معاملہ زیر بحث کو جب غور سے دیکھا جاتا ہے تو یہ معاملہ، باطل کا بھی مصداق نظر آتا ہے کیونکہ اس میں بیچنے والا ادھار کی وجہ سے اپنی سو روپے کی چیز جو ڈیڑھ سو میں بیچتا ہے تو اس میں خریدار سے جو پچاس روپے زائد لیتا ہے

ان کا کوئی عوض اس کی طرف سے خریدار کے لیے موجود نہیں ہوتا لہٰذا وہ بغیر عوض کے دوسرے کا مال لیتا ہے جس کو آیت
کے اندر باطل سے تعبیر کر کے ممنوع ٹھہرایا گیا ہے، نیز یہ بیع و شراء کا ایسا معاملہ دکھائی دیتا ہے جس میں ایک فریق کے
لیے اس کی چیز کا عوض موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کی رضامندی موجود نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے کہ اس میں خریدار کے
لیے مذکور بالا مثال کے مطابق پچاس روپے کا عوض موجود نہیں ہوتا جو قرض کی وجہ سے بیچنے والا خریدار سے لیتا ہے
لہٰذا اس کی حقیقی رضامندی بھی موجود نہیں ہوتی لہٰذا اس پہلو سے بھی یہ معاملہ ناجائز اور ممنوع قرار پاتا ہے۔

زیر بحث معاملہ کی شرعی حیثیت سے متعلق جہاں تک احادیث نبویہ کا تعلق ہے تو متعدد احادیث سے بھی اس
کا ناجائز ہونا ثابت ہوتا ہے ان بکثرت احادیث سے بھی جن میں ربوٰ کی سختی کے ساتھ مذمت اور ممانعت ہے طوالت
سے بچتے ہوئے میں ان کو یہاں نقل اور ذکر نہیں کر رہا۔ بیع عینہ کی ممانعت سے متعلق جو احادیث ہیں ان سے بھی اس
معاملے کا عدم جواز مفہوم و مستنبط ہوتا ہے البتہ یہاں میں اس حدیث کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس میں ربوا النسیئۃ کی
حقیقت بیان فرمائی گئی ہے حدیث کی بعض کتابوں میں وہ ان الفاظ سے ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل قرض جرّ منفعۃ فھو الربٰو۔ (بلوغ المرام)	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ قرض جو منفعت اندوزی کا ذریعہ بنے وہ ربٰو ہے۔

مطلب یہ کہ جو قرض قرض دینے والے کے لیے قرض لینے والے کی طرف سے مالی منفعت کا سبب اور ذریعہ بنتا
ہو وہ ربٰو ہے۔ اس حدیث کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ سند کے لحاظ سے اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کے مضمون کی تائید چونکہ
متعدد آثار صحابہ کرام سے ہوتی ہے لہٰذا اس کو ہمیشہ قابل اعتماد سمجھا گیا اور فقہاء کرام اس سے استدلال کرتے رہے
ہیں صحابہ کرام کے وہ آثار جن سے اس حدیث کو تقویت ملتی ہے سنن الکبریٰ للبیہقی اور اعلاء السنن وغیرہ میں مذکور ہیں
ان آثار سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اس کو جائز نہیں سمجھتے تھے کہ قرض دینے والا قرض کی وجہ سے اپنے مقروض
سے کسی طرح کا کوئی مادی فائدہ اٹھائے اگرچہ وہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو، میں بغرض اختصار ان کو یہاں نقل نہیں کر رہا جو
دیکھنا چاہے مذکور کتب میں دیکھ سکتا ہے مولانا ظفر احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ربٰو کے موضوع پر اپنے رسالہ کشف الدجیٰ
میں ان کو یکجا جمع کر دیا ہے جو امداد الفتاویٰ میں بھی شامل ہے، بہرحال اس حدیث کی رو سے بھی معاملہ زیر بحث ناجائز
قرار پاتا ہے کیونکہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جو شخص مثلاً ایک سو روپے کی چیز ادھار پر ڈیڑھ سو روپے میں فروخت
کرتا ہے وہ پچاس روپے جو زائد لیتا ہے اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ قرض سے فائدہ اٹھاتا اور
منفعت اندوز ہوتا ہے اگر قرض نہ ہوتا تو نقد کی صورت میں اس کو اس چیز کے صرف سو روپے ملتے، پھر جب یہ معاملہ
حدیث مذکور کے مطابق ربٰو کی تعریف میں آتا ہے تو اس کا بھی وہی شرعی حکم ہو سکتا ہے جو ربٰو و سود کا ہے یعنی حرام و ناجائز ہونا۔

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا اس کی بنا پر پورے وثوق ویقین کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ زیر بحث معاملہ قرآن و حدیث کی رو سے حرام اور ناجائز معاملہ ہے۔

اس کے بعد یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے بعض علماء کرام نے اپنی کتابوں میں بطور فتویٰ لکھا ہے کہ معاملہ مذکورہ شرعاً جائز معاملہ ہے یعنی شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں کہ ادھار پر کوئی چیز نقد کے مقابلہ میں زائد قیمت پر بیچی جائے چنانچہ اس فتوے کے پیش نظر بلا سود بینکاری کے لیے سود کے متبادل جو معاملات تجویز کئے گئے ہیں ان میں سے ایک معاملہ یہ بھی ہے کہ بینک کو اس کی اجازت دے دی گئی ہے کہ اس سے کوئی شخص مشین وغیرہ خریدنے کے لیے قرضہ مانگے تو وہ اس کو سود پر نقد دینے کی بجائے اس سے کہے کہ میں تیری مطلوبہ چیز خرید کر تم کو ایک سال کے ادھار پر دے دیتا ہوں اور ادھار کی وجہ سے مرابحہ کے نام پر اس کی اتنی قیمت لگائے جو بازار کی مروجہ قیمت سے کہیں زائد ہو مثلاً یہ کہے کہ یہ چیز جو مجھے سو روپے میں پڑی ہے پچاس روپے کے نفع کے ساتھ بیچتا ہوں تم ایک سو پچاس روپے ایک سال کے بعد ادا کر دینا۔ مطلب یہ کہ اس طرح کے معاملہ کو بینک کے لیے جائز قرار دیا گیا ہے جو حقیقت میں اپنے مقصد اور اثرات و نتائج کے لحاظ سے ربا کی طرح کا معاملہ ہے اگرچہ اس کو بیع مرابحہ اور بیع موجل کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے، ویسے جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا بیع مرابحہ بھی شرعاً جائز ہے جب اس میں ربح و نفع کی مقدار بازار کے عام عرف و رواج کے مطابق ہو، اسی طرح بیع موجل بھی شرعاً جائز ہے جب بیچی جانے والی چیز کی قیمت ادھار میں بھی اتنی ہی ہو جتنی نقد کی صورت میں تھی۔

اب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو حضرات علماء کرام معاملہ زیر بحث کو شرعاً جائز سمجھتے اور کہتے ہیں ان کے وہ دلائل کیا ہیں جن کی بنا پر وہ ادھار کی چیز زیادہ قیمت پر بیچنے کو جائز و درست مانتے ہیں۔ لیکن اس بارے میں نہ میں اُن حضرات میں سے کسی کا اسم گرامی ذکر کروں گا اور نہ اس کتاب کا نام لکھوں گا جس میں کسی نے ایسا لکھا ہے بلکہ صرف وہ دلائل ذکر کروں گا جو ان حضرات نے اپنے موقف کے ثبوت میں پیش فرماتے ہیں اور فیصلہ ایسے اہل علم حضرات پر چھوڑ دونگا جو استدلال اور استنباط کے مختلف طریقوں کا غیر معمولی علم و فہم رکھتے۔ صحیح اور غلط استدلال کے درمیان تمیز کر سکتے اور فیصلہ کرنے میں انصاف اور حقیقت پسندی سے کام لیتے ہیں۔

قارئین کرام یہ پڑھ کر حیران و متعجب ہوں گے کہ جو اہل علم حضرات معاملہ زیر بحث کے جواز کے قائل ہیں وہ اس کے ثبوت میں نہ قرآن مجید کی آیت پیش کرتے ہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث، نہ آثار صحابہؓ و تابعین میں سے کوئی اثر، نہ آئمہ مجتہدین کا کوئی اجتہادی قول اور نہ مسلمہ قواعد فقیہہ میں سے کوئی قاعدہ پیش فرماتے ہیں بلکہ اس کے ثبوت میں بطور دلیل فقہ حنفی کی دو کتابوں مبسوط اور ہدایہ کی ایک ایسی عبارت پیش کرتے ہیں جس سے کسی طرح یہ مطلب نہیں نکلتا کہ ادھار پر کوئی چیز نقد کے مقابلہ میں زیادہ قیمت پر بیچنا خریدنا شریعت اسلامی کی رو سے جائز ہے

میں اس عبارت کو پیش کرنے سے پہلے جس سے ان حضرات نے استدلال فرمایا ہے اس سیاق وسباق کا بیان ضروری سمجھتا ہوں جس میں وہ عبارت ذکر ہوتی ہے تاکہ حقیقت واقعہ کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

جس سیاق وسباق میں وہ عبارت واقع ہے اس کی کچھ تفصیل یہ کہ فقہ حنفی کی مذکورہ بالا کتابوں میں جہاں بیع مرابحہ کی بحث ہے اس میں بیع المرابحہ کی فقہی تعریف، اس کی صحت کی شرائط، اور اس کی مختلف شکلوں اور ان کے متعلق شرعی احکام کا بیان ہے، بیع مرابحہ کی تعریف جن الفاظ میں کی گئی ہے اردو زبان میں ان کا مطلب اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے، بیع مرابحہ خرید و فروخت کا ایسا معاملہ ہے جس میں کوئی شخص یہ کہہ کر اپنی کوئی چیز دوسرے پر فروخت کرتا ہے کہ یہ چیز میں نے اتنے میں خریدی یا مجھے اتنے میں پڑی ہے اور اتنے نفع کے ساتھ فروخت کرتا ہوں اور دوسرا اس پر اعتماد و بھروسہ کرکے وہ چیز خرید لیتا ہے گویا اس میں کوئی چیز اس کی قیمت خرید پر متعین نفع کے ساتھ بیچی خریدی جاتی ہے، چونکہ اس بیع میں سچائی اور دیانتداری بنیادی حیثیت رکھتی ہے لہٰذا اس کو بیع الامانۃ بھی کہا جاتا ہے اس بیع کی صحت اور تکمیل کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اس میں نہ صرف یہ کہ حقیقتاً جھوٹ اور خیانت موجود نہ ہو بلکہ اس کا شبہ بھی نہ پایا جاتا ہو چنانچہ یہی وجہ ہے کہ معاملہ طے پا جانے کے بعد اگر جھوٹ وخیانت کا شبہ ظاہر ہو جاتے تو خریدار کو اس کے رد و قبول کا خیار رہتا ہے چاہے تو اس کو برقرار رکھے اور چاہے تو ختم کر دے۔

بیع المرابحہ کی وہ شکلیں جن میں جھوٹ وخیانت کے شبہ کی بنا پر خریدار کو معاملے طے ہو جانے کے بعد رد و قبول کا خیار ہوتا ہے ان میں سے ایک شکل جس کا امام محمد الشیبانی نے اپنی کتاب جامع الصغیر میں ذکر کیا ہے اس طرح ہے:

من اشترى غلامًا بالف درهم نسية فباعه بربح مائة درهم ولم يبين، فعلم المشترى فان شاء رده وان شاء قبل۔

ایک شخص نے ایک غلام ایک ہزار روپے میں ادھار پر خریدا اور پھر ایک سو درہم کے نفع پر اس کو فروخت کیا اور خریدار کو یہ نہیں بتلایا کہ میں نے ایک ہزار درہم میں ادھار پر خریدا تھا، معاملہ طے پا جانے کے بعد خریدار کو اس کا علم ہوا تو ایسی صورت میں اس کو رد و قبول دونوں کا اختیار رہتا ہے۔

جامع الصغیر میں امام محمد نے عبارت مذکور کے بعد اس کی کوئی توجیہہ نہیں فرمائی کہ اس صورت میں خریدار کو معاملے کے رد کا کیوں اختیار رہتا ہے اس کی عقلی طور پر کیا وجہ ہے، لیکن بعد کے بعض حنفی فقہاء کرام نے مذکورہ جزئیے کو نقل کرنے کے بعد اس کی توجیہہ بھی لکھی ہے، شمس الائمۃ السرخسی نے اپنی کتاب المبسوط میں اس کے متعلق جو تحریر فرمایا ہے وہ حسب ذیل ہے،

"قال رحمه الله واذا اشترى شيئًا نسية فليس له ان يبيعه مرابحة

حتی یتبین انه اشتراه نسیة لان بیع المرابحة بیع الامانة تنفی عنه کل تهمة وجنایة ویتحرز فیه من کل کذب وفی معاریض الکلام شبهة فلا یجوز استعمالها فی بیع المرابحة، ثم الانسان فی العادة یشتری الشیٔ بالنسیة باکثر مما یشتری بالنقد" (المبسوط، ج ۱۳ ص۸)

اس عبارت کا وہ حصہ جو اس مقصد بحث ہے وہ یہ ہے:

ثم الانسان فی العادة یشتری الشیٔ بالنسیة باکثر مما یشتری بالنقد۔	پھر انسان عادۃً ادھار کی چیز اس قیمت سے زائد پر خرید لیتا ہے جو نقد کی صورت میں ہوتی ہے۔

مطلب یہ کہ ادھار پر خریدی ہوئی شے جب مرابحہ کے طور پر فروخت کی جاتے تو امانتداری اور راست گوئی کا تقاضا یہ ہے کہ فروخت کرنے والا خریدار کو صاف بتلا دے کہ یہ شے میں نے ادھار پر اتنے میں خریدی ہے اور اتنے نفع کے ساتھ فروخت کرتا ہوں اور یہ کہ بتلا دینا اس لیے ضروری ہے کہ حاجت مند انسان جب کوئی شے ادھار پر خریدتا ہے تو عادۃً بمقابلہ نقد کے زیادہ قیمت پر خرید لیتا ہے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ یہ چیز بھی اس نے اپنی حاجتمندی اور ناداری کی وجہ سے زیادہ قیمت پر خریدی ہو جو بصورت نقد بازار میں اس کی نہ ہو اور اب چونکہ وہ نقد کی صورت میں فروخت کر رہا ہے ادھار کی صورت میں نہیں کر رہا لہٰذا اس پر لازم ہے کہ خریدار کو اس حقیقت سے آگاہ کر دے چنانچہ آگاہ ہو جانے کے بعد بھی اگر وہ اس کو مطلوبہ قیمت پر خرید لیتا ہے تو پھر اس کو طے شدہ معاملہ فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہتا بخلاف اس صورت کے کہ وہ خریدار کو اس سے آگاہ نہیں کرتا اور معاملہ طے پا جانے کے بعد اس کو اس کا پتہ چلتا ہے تو وہ اس معاملے کو فسخ کر سکتا ہے۔

مبسوط کی مذکورہ عبارت میں جس انسان اور اس کی عادت کا ذکر ہے ظاہر ہے کہ وہ وہی ہو سکتا ہے جو کسی چیز کا حاجتمند ہو اور ناداری کی وجہ سے نقد پر نہ خرید سکتا ہو اور اس کو وہ چیز نقد کی قیمت پر بطور قرضہ حسنہ کے بھی نہ مل سکتی ہو ایسا انسان اپنی حاجت براری کے لیے مجبور ہوتا ہے کہ وہ ادھار دینے والے کی مرضی کے مطابق زیادہ قیمت پر خرید لے اور لفظ عادت کا مطلب ہے کہ ایسا ہوتا ہے یہ مطلب نہیں کہ ایسا لازماً اور دائماً ہوتا ہے کیونکہ یہ بھی ہوتا ہے کہ قرض حسن کی اسلامی تعلیم پر عمل کرنے والے اور ربوٰ کی ہر شکل سے بچنے اور اجتناب کرنے والے متقی مسلمان، جب کسی حاجتمند انسان کو اس کی ضرورت کی چیز ادھار پر دیتے ہیں تو اسی قیمت پر دیتے ہیں جو بصورت نقد بازار میں اس کی رائج ہوتی ہے ادھار کی وجہ سے زیادہ قیمت پر نہیں دیتے۔ بہرحال اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو مادی فائدہ کے بغیر کسی کو قرض نہیں دیتے اور اپنے معاشی معاملات میں اسلامی اصول و احکام اور حلال و حرام کا خیال نہیں رکھتے لہٰذا ایسے لوگوں کا رویّہ اور طرز عمل شریعت اسلامی کی رو سے جائز و درست نہیں ہوتا، شمس الائمہ السرخسی کی مذکورہ عبارت

میں کوئی لفظ بھی ایسا نہیں جو اس پر دلالت کرتا ہو کہ ان کے نزدیک لوگوں کی مذکورہ عادت شرعاً جائز و درست عادت ہے رہا یہ سوال کہ پھر انہوں نے اس کو ناجائز کیوں نہیں لکھا تو اس کا جواب یہ کہ یہاں ان کا مقصد اس عادت کے جواز و عدم جواز سے بحث کرنا نہیں بلکہ ان کا اصل مقصد بیع المرابحہ کی ایک خاص شکل سے متعلق امام محمدؒ کے مذکورہ قول کی توجیہ کرنا ہے جو عادت مذکورہ کے ناجائز ہونے کی شکل میں بھی ہو جاتی ہے۔

مبسوط کی مذکورہ عبارت کے بعد اب میں صاحب الہدایہ علامہ المرغینانی کی وہ عبارت نقل کرتا ہوں جس سے زیر بحث معاملے کے جواز کے لیے استدلال فرمایا گیا ہے ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

قال من اشتری غلاماً بالف درهم نسیة فباعه بربح مائة ولم یبین، فعلم المشتری فان شاء ردّه وان شاء قبل لان للاجل شبها بالمبیع الایری انه یزداد فی الثمن لاجل الاجل، والشبهة فی هذا ملحقة بالحقیقة فصار کانه اشتری شیئین وباع احدهما مرابحة بثمنهما.

(ہدایۃ آخرین ۔ صفحہ ۵۸۰)

امام محمدؒ نے کہا جس نے ایک ہزار درہم کے بدلے ایک غلام ادھار پر خریدا اور پھر مرابحہ کے طور پر ایک سو درہم کے نفع پر اس کو بیچ ڈالا اور خریدار کو نہیں بتلایا کہ میں نے ادھار پر خریدا تھا بعد میں خریدار کو اس کا علم ہوا پس اب اگر وہ چاہے تو اس کو رد اور چاہے تو اس کو قبول کر سکتا ہے کیونکہ اجل یعنی قرض کی مہلت [illegible] مدت بیچی جانے والی چیز سے کچھ مشابہت رکھتی ہے کیا یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اجل کی وجہ سے قیمت میں اضافہ کیا جاتا ہے، اور چونکہ مرابحت کے باب میں شبہ بیع کو حقیقت بیع سے ملحق کر دیا گیا ہے لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ گویا بیچنے والے نے جس قیمت میں دو چیزیں خریدی تھیں یعنی غلام اور اجل، اس قیمت پر ان میں سے ایک چیز کو یعنی غلام کو بیچ دیا۔

اس عبارت میں مقصود بحث اس کا وہ حصہ ہے جس میں صاحب ہدایہ نے امام محمد کے قول مذکور کی توجیہ پیش فرمائی ہے یعنی مرابحہ کی مذکورہ شکل میں معاملہ طے پا جانے کے بعد خریدار کو معاملہ فسخ کرنے کا جو اختیار حاصل ہوتا ہے عقلی طور پر اس کی وجہ کیا ہے وہ وجہ صاحب ہدایہ کے نزدیک مرابحہ کی اس شکل میں شبہ خیانت کا پایا جانا ہے جس سے بیع مرابحہ کو پاک ہونا چاہیئے کیونکہ بیع المرابحہ، بیع الامانۃ ہے، اور شبہ خیانت کی جو وضاحت انہوں نے فرمائی ہے وہ یہ کہ جو شخص ادھار پر کوئی چیز خریدتا ہے اس کے متعلق گو یقین نہ سہی لیکن یہ شبہ ضرور ہو سکتا ہے کہ اس نے جس قیمت میں وہ چیز خریدی ہے وہ قیمت تنہا اس چیز کی نہ ہو بلکہ ادھار کی جو اجل اور مہلت ہے اس کی بھی ہو کیونکہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ادھار کی مہلت اور مدت کی وجہ سے فروخت کی جانے والی چیز کی قیمت بڑھا دیتے لہٰذا ادھار پر خریدی ہوئی ہر چیز کے متعلق یہ شبہ ضرور

ہو سکتا ہے کہ اس کی جو قیمت ہے وہ تنہا اس کی نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ اجل اور مہلت ادھار کی بھی ہو بنابریں جو شخص نقد کی صورت میں بھی شے کی وہی قیمت وصول کرتا ہے جو ادھار کی صورت میں اس شے کی تھی تو وہ گویا دو چیزوں کی قیمت ایک چیز سے وصول کرتا ہے کیونکہ نقد کی صورت میں اجل نہیں ہوتی صرف چیز ہوتی ہے لہٰذا وہ ایک طرح کی خیانت کا مرتکب ہوتا ہے جو مرابحت کے معاملہ میں عیب ہے اور چونکہ مبیع میں عیب ظاہر ہونے کی صورت میں خریدار کو ردّ و قبول کا خیار ہوتا ہے لہٰذا بیع المرابحہ کی اس شکل میں بھی خریدار کو ردّ و قبول کا اختیار حاصل ہوتا ہے، اس توجیہ کے ضمن میں صاحب ہدایہ نے اپنی اس بات کی تائید میں کہ اجل، مبیع سے کچھ مشابہ ہے فرمایا الایری انه یزداد فی الثمن لاجل الاجل کیا یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اجل یعنی ادھار کی مدت کی وجہ سے شے کی قیمت بڑھا دی جاتی ہے، اس سے بعض اہل علم حضرات نے یہ مطلب نکالا ہے کہ ادھار کی چیز کی قیمت بمقابلہ نقد کے بڑھا دینا شریعت اسلام کی رو سے جائز ہے حالانکہ عبارت مذکورہ سے یہ مطلب بالکل نہیں نکلتا اس عبارت میں جو بات کہی گئی بلحاظ واقعہ بالکل درست ہے کہ کچھ لوگ ایسا کرتے ہیں یعنی ادھار کی چیز کی قیمت زیادہ کر دیتے ہیں لیکن ان کا ایسا کرنا، قرآن و حدیث کی رو سے جائز ہوتا ہے یا ناجائز؟ عبارت مذکور کے کسی لفظ سے اس کا اظہار نہیں ہوتا اس لیے کہ صاحب ہدایہ کا مقصد یہاں صرف یہ بیان کرنا ہے کہ اجل کی مبیع سے کچھ مشابہت یا اجل کے متعلق مبیع ہونے کا شبہ ہے کیونکہ کچھ لوگ اجل کی وجہ سے قیمت میں اضافہ کرتے ہیں یہاں ان کا مقصد اس کے جواز و عدم جواز سے بحث کرنا اور یہ بتلانا نہیں کہ ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز! یہی وجہ ہے کہ ہدایہ کے شارحین نے بھی اس بارے میں کچھ نہیں لکھا فتح القدیر، بنایہ، عنایہ اور کفایہ وغیرہ کو دیکھ لیجئے کسی نے نہیں لکھا کہ اجل کی وجہ سے شے کے ثمن میں اضافہ کرنا جائز ہے، اسی طرح کسی کا اس کو ناجائز نہ لکھنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہاں پر مقصد اس کے جواز و عدم جواز سے بحث کرنا ہے ہی نہیں نیز جو معاملہ بدیہی طور پر ناجائز ہو اس کو ناجائز لکھنے کی ضرورت بھی کیا ہے بہرحال کسی معاملے کے جائز یا ناجائز ہونے کا اصل معیار قرآن و حدیث اور ان کے اصول و احکام ہیں چنانچہ جو معاملہ ان کے مطابق ہو وہ جائز اور جو مطابق نہ ہو بلکہ خلاف ہو وہ ناجائز قرار پاتا ہے لوگوں کا اس کو کرنا یا نہ کرنا، اس کے جواز و عدم جواز کا کوئی معیار نہیں ورنہ شریعت ایک کھلونا بن کر رہ جائے گی۔

علاوہ ازیں اگر مذکورہ عبارت یعنی "یُزْدَادُ فِی الثَّمَنِ لِاَجلِ الْاَجَلِ" سے یہ مفہوم ہے کہ اجل یعنی مہلت قرض کسی ثمن و قیمت کا عوض و بدل بن سکتی ہے تو تین سطروں کے بعد خود صاحب ہدایہ نے واضح الفاظ سے اس کی نفی کر دی ہے، فرمایا: " وان استھلکه ثم علم لزمه بالف ومائة لان الاجل لا یقابله شیٔ من الثمن" اور اگر مذکورہ مثال میں خریدار نے خریدنے کے بعد غلام کو ہلاک یا فروخت وغیرہ کر دیا یعنی اس کے ہاتھ میں نہ رہا اور پھر اس کو یہ علم ہوا کہ وہ غلام ایک ہزار درہم میں ادھار پر خریدا گیا تھا اور ایک سو درہم منافع کے ساتھ مجھ پر فروخت کیا گیا تو اب وہ فروخت کرنے والے سے کچھ بھی واپس نہیں لے سکتا اور اس کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے جو گیارہ سو درہم آپ کو دیئے ان

(باقی ص۴۸ پر)

الحاج ابراہیم یوسف باوا

مومن کی عظمت اور مقام

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مکہ مکرمہ کو خطاب فرماتے ہوئے فرمایا:
" تو میرے نزدیک اللہ تعالےٰ کی ساری زمین سے بہتر ہے اور ساری زمین سے زیادہ محبوب
ہے اگر مجھے اس زمین سے نکالا نہ جاتا تو میں اپنی خوشی سے کبھی اس زمین کو نہ چھوڑتا"
(معارف القرآن ج ، ص ۶۶۲)

ف : معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ کی سرزمین دنیا کی ساری زمین سے بہتر ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری زمین میں مکہ مکرمہ کی زمین محبوب تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیارے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا وہاں رہنا دوبھر ہو گیا تھا لہذا آپ بحکم الٰہی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما گئے۔ اس پاک سرزمین میں اللہ تعالےٰ کا گھر آباد ہے جسے کعبۃ اللہ شریف کہتے ہیں۔ بعض روایت میں ہے کہ سب سے پہلا مکان جو دنیا کی سرزمین پر نمودار ہوا وہ کعبۃ اللہ شریف ہی تھا جو پانی پر ایک بلبلے کی صورت میں تھا پھر اللہ پاک نے اسے پھیلایا۔ اس پاک گھر کے متعلق حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" کیا عمدہ خوشبو ہے تیری تو کیا (ہی) اچھا ہے، تیری کیسی تعظیم ہے اور تیری کیسی حرمت ہے ---

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مومن کا مقام ظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:
" (لیکن) اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، اللہ (تعالیٰ)
کے نزدیک (ایک) مومن کی آبرو اور جان اور مال سب تجھ سے زیادہ حرمت اور عزت والے ہیں"
(الخ ماہنامہ البلاغ ۲۳-۴-۶۶)

ف : اس حدیث شریف میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبۃ اللہ شریف کی تعظیم اور حرمت کے ساتھ ساتھ مومن کی آبرو و جان اور مال کی قدر و منزلت بھی ظاہر فرما دی کہ مومن کا کیا مقام ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کا طواف فرما رہے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ

ساتھ تھے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کعبۃ اللہ شریف کو خطاب کر کے فرما رہے ہیں۔
"اے اللہ کا گھر! تو کتنی حرمت والا ہے، کتنی عظمت والا ہے، کتنے تقدس والا ہے، کتنا مقدس ہے (حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ) تھوڑی دیر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: لیکن ایک چیز ایسی ہے جس کی عظمت، جس کی حرمت، جس کا تقدس تجھ سے بھی زیادہ ہے (حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر ایک دم سے میرے کان کھڑے ہوگئے، میں چونکا کہ وہ کون سی چیز ہے جس کی عزت و حرمت اور جس کی عظمت بیت اللہ شریف سے بھی زیادہ ہے؟ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) وہ چیز مسلمان کی جان، اس کا مال اور اس کی آبرو ہے"۔ (مفہوم ایضاً ۲۶-۱-۲۱)

ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:
"تمہارے خون اور تمہارے مال تمہارے لیے ایسی حرمت والے ہیں جس طرح تمہارے اس دن (یعنی یوم عرفہ) اس مہینہ (یعنی ماہ ذی الحجہ) اور اس شہر (یعنی مکہ معظمہ) کی حرمت ہے"۔
(ایضاً ۲۳-۴-۶)

مومن کا مقام

مسلمانو! ہم نے کبھی دل کی گہرائی سے یہ نہ سوچا کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک ایک مومن کا مقام اور قدر و منزلت کیا ہے اور آج کا مومن اپنی زندگی کو کہاں گذار رہا ہے؟ حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ جب تک دنیا میں اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہ ہوگا، قیامت برپا نہیں کی جائے گی، دنیا جوں کی توں قائم رہے گی۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہنا مناسب ہے کہ دنیا کی بقاء، حیات اور موت کا دارو مدار بھی مومن کی بقاء، حیات اور موت کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب دنیا میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا، ساری دنیا اور اس کی ساری چیزیں حتیٰ کہ بیت اللہ شریف، سورج اور چاند ستارے سب توڑ پھوڑ ڈالے جائیں گے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ

کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام (ایک بار) ہوائی تخت پر تشریف لے جا رہے تھے، پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جن و انس وغیرہ لشکر و قطار ایک عابد پر گذر ہوا جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس وسعتِ ملکی اور عموم سلطنت کی تعریف کی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:
"مومن کے اعمال نامہ میں ایک تسبیح (حضرت) سلیمان بن داؤد (علیہم السلام) کے سارے ملک سے اچھی ہے کیونکہ یہ ملک فنا ہو جائے گا اور تسبیح باقی رہنے والی چیز ہے"۔ (فضائل ذکر ص۱۴۷)

دنیا کی قیمت

ایک روایت میں مذکور ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک پوری دنیا کی قیمت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافروں اور مشرکوں کو پانی کا ایک گھونٹ نہ پلاتے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کافروں اور مشرکوں پر

کس قدر چھائی ہوئی ہے اور افسوس صد افسوس کہ مسلمان بھی اس مردار اور بے قیمت دنیا پر مرے جا رہے ہیں اور جائز ناجائز کی پرواہ بھی نہیں کرتے بلکہ رونا تو یہ ہے کہ حاجی نمازی اور دیندار و مبلغ حضرات کی ماں بیٹیاں، بیوی اور بہن بھی پردہ اور حیا کو بالائے طاق رکھ کر نصرانی اور غیر مسلم عورتوں کی طرح کمانے بھی مصروف ہوگئیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ایمان و عقیدے کی قیمت

اگر مسلمانوں کی تباہی و بربادی جان و مال اور آبرو کے ساتھ وابستہ رہتی تو بھی ایک فکر کی بات تھی کیونکہ مسلمان کی یہ چیزیں کعبۃ اللہ سے زیادہ قیمتی ہے لیکن یہ جان لیں کہ یہ جان و مال اور آبرو ایک نہ ایک دن انسان سے رخصت ہونے والی چیزیں ہیں۔ دنیا ہی میں یہ چیزیں انسان سے رخصت ہو جاتی ہیں جس کا مشاہدہ تقریباً روزانہ ہو رہا ہے، غیروں سے نہیں بلکہ خود مسلمانوں سے اور اسلامی حکومتوں میں مسلمانوں کی یہ قیمتی چیزیں روزانہ برباد ہو رہی ہیں یا پھر موت کے وقت یہ ساری چیزیں اس سے چھوٹنے والی ہی ہیں۔ مسلمانوں کی سب سے زیادہ قیمتی چیز ان کا ایمان و عقیدہ اور اخلاق حسنہ ہیں جب یہ چیزیں رخصت ہو جائیں تو وہ انسان جانور حتیٰ کہ خنزیر سے بدتر ہو جاتا ہے اس لیے کہ جنت و دوزخ کا فیصلہ ایمان و عقیدے کے ہونے نہ ہونے سے وابستہ ہیں اور یہ فیصلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگا۔

ایک سبق آموز واقعہ

اللہ تعالےٰ کے نزدیک ایمان والے کی قدر و منزلت کا پتہ اس واقعہ سے اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کے سرداروں کو دین اسلام پیش کر رہے تھے کہ ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ تعالےٰ عنہ وہاں کسی کام کی بنا پر تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا بے وقت آنا اور التفات نہ فرمانا، اللہ تعالےٰ کو پسند نہ آنا اور آپ کی اجتہادی لغزش پر تنبیہہ فرمانے کا ذکر سورۃ عَبَسَ میں درج ہے۔ ایمان والا لنگڑا لولا اور نابینا ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالےٰ کے نزدیک دنیا بھر کے کافر و مشرک اور غیر مسلموں سے زیادہ قیمتی اور محبوب ہے۔ آج نام کے ایمان والے، ایمان والوں اور اپنے ہی دینی بھائیوں کی کیا گت بنا رہے ہیں روزانہ کے مشاہدوں میں آتا ہے اور روزانہ اس کی خبریں چھپ رہی ہیں۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"بڑی ضرورت اس (بات اور کام) کی ہے کہ ہر شخص اپنی فکر میں لگے اور اپنے (ماتحت کے افراد) کی اصلاح کرے۔ آج کل یہ مرض عام ہوگیا ہے۔ عوام میں بھی (اور) خواص میں بھی کہ دوسروں کی تو اصلاح کی فکر ہے اور اپنی خبر نہیں، دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی خاطر اپنی گٹھڑی اٹھوا دینا کیسی حماقت ہے۔" (ماہنامہ الخیر ۹-۳-۸)

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک ممتاز عالم نے اپنے لڑکے کو پیش کرتے ہوئے دعا کی درخواست کی کہ یہ امتحان میں کامیاب ہو جائے۔ آپؒ نے دریافت کیا کہ کیا پڑھتا ہے؟ انھوں نے

کہا کہ انگریزی!

"آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت خفا ہو کر فرمایا: آپ نے اپنے لیے جنت کا راستہ تجویز کر رکھا ہے اور لڑکے کے لیے جہنم (کا راستہ)۔" (ماہنامہ ندائے شاہی)

ف: تقریباً یہی حالت ہر حاجی نمازی، عالم و جاہل اور صالح حضرات کی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں جہنم کی آگ بھڑکا کر دوسروں کے گھروں کی چنگاری بجھانے چلے، اپنے لیے نیک اعمال کے ذریعہ جنت کا راستہ تجویز کر رکھا ہے اور اہل وعیال کے لیے جہنم کا راستہ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اسے شرعی اصطلاح میں بھروبیہ کہا جاتا ہے۔ ایسی تبلیغ سے نہ ان کو فائدہ ہوتا ہے اور نہ دوسروں کو جس کا روزانہ مشاہدہ ہو رہا ہے۔ آج اچھے اچھے دینداروں عالموں خواص اور مبلغ حضرات کی اولاد جمعہ اور کفن دفن میں شریک نہیں ہوتی، وہ دین سے نہایت غافل و جاہل ہوتی جارہی ہے۔

حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بزرگوں کا قول نقل فرماتے ہیں کہ:

"بروز قیامت سب سے بڑے عذاب میں وہ شخص مبتلا ہوگا جس کی اولاد دین سے غافل و جاہل ہوں۔" (معارف القرآن)

دیکھئے تو! عذاب اور صرف عذاب نہیں فرمایا بلکہ "سب سے بڑا عذاب" فرمایا ہے۔ صحیح ایمان والوں کے قلوب تھرا اٹھتے ہیں کہ اولاد کی غفلت و جہالت صرف انہی تک محدود اور وابستہ نہیں رہتی بلکہ قیامت تک کی نسلوں کی غفلت و جہالت کا خمیازہ انہیں بھگتنا پڑتا ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ والعصر کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس طرح کی غفلت سے خود اپنی نجات کا راستہ بند کرنا ہوتا ہے۔ (اللھم احفظنا)

اللہ تعالےٰ نے مومنین کو کیسا بلند اور عظمت والا مقام دے رکھا ہے کہ اس کی جان و مال اور آبرو کی قیمت بیت اللہ شریف سے بھی زیادہ ہے پھر مومنین کے ایمان اور عقیدے کا کیا مقام اور رتبہ ہوگا؟ ہمیں یہ مقام اور یہ بلند رتبہ صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں نصیب ہوا ہے اس کی بہت ہی زیادہ قدر کرنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس، اللہ تعالےٰ کو اتنی پیاری اور محبوب ہے کہ آپ تو آپ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے لگی ہوئی قبر اطہر کی مٹی بھی اللہ تعالےٰ کے نزدیک کعبۃ اللہ اور عرش کرسی سے افضل و برتر ہے۔

حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"زمین کا وہ حصہ جو جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ کو مس کیے ہوتے ہیں علی الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ اور عرش کرسی سے بھی افضل ہے۔"

(المہند زبدۃ المناسک حضرت گنگوہیؒ از ماہنامہ الخیر ۹-۳-۱۱)

اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے مقام اور رتبہ کو پہچاننے کی توفیق بخشے اور اپنے فرمانبردار بندوں میں سے بنالے اور دین کی

نیک سمجھ اور فہم عطا فرماتے ۔ آمین ثم آمین

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

" ہر بچہ فطرت (اسلام و توحید) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں"۔ (بخاری)

اور حضرات صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا کہ:

" آج تم دیکھ رہے ہو کہ فوجیں کی فوجیں اسلام میں داخل ہو رہی ہیں لیکن ایک دور ایسا آنے والا ہے کہ فوجیں کی فوجیں اسلام سے خارج ہو جائیں گی" (درمنثور مفہوم)

ف:۔ ایک اندازہ کے مطابق برطانیہ میں پانچ لاکھ بڑے (یعنی ماں باپ) مسلمان بستے ہیں، اوسطاً ہر گھر میں اگر چار بچے ہوں تو بیس لاکھ مسلمانوں کی اولاد بنتی ہے۔ چونکہ یہاں لازماً پانچ سے سولہ سال تک سکول بھیجنا ہوتا ہے اور چونکہ مسلمان کے اپنے اسلامی سکول اور مدارس نہ ہونے کے برابر ہے لہٰذا نصرانی سکولوں میں اولاد کو بھیجا جا رہا ہے اور جب وہاں سے فارغ ہو کر نکلتے ہیں تو بس نام ہی کے مسلمان رہتے ہیں اور تہذیب و تمدن اور ذہنیت کے لحاظ سے سو فیصد یہودی یا نصرانی یا مجوسی بن چکے ہوتے ہیں [1]

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

دینداروں کی حالت

اگر یہ حالت عوام کی ہوتی جو دین سے دور ہیں تو بھی نہایت فکر کی بات تھی کہ یہ بے دینی کی آگ اور چنگاری بھڑک اور شعلہ بن کر اچھے اچھے گھرانوں کو بھی راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہے لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ صوم صلوٰۃ کے پابند، دیندار و حاجی اور علماء و مبلغ حضرات کی اولاد بھی اس میں کثرت سے ملوث ہے۔

یاد رکھئے! تبلیغ کی سب سے پہلی منزل اور سیڑھی اپنا گھر ہے، تبلیغ کے سب سے زیادہ حقدار خود اپنا گھرانہ ہے، اس کے بعد ہر اُمتی پر حسب استطاعت محنت کی جاوے۔ قارئین کی توجہ ایک واقعہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں:

" حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسلام کی دعوت دی تو لوگوں نے طعنہ دینا شروع کر دیا کہ پہلے اپنے خاندان والوں کو دیکھیں تو اللہ پاک نے آیت شریفہ وانذر عشیرتك الاقربین نازل فرما کر شاہت کر دیا کہ پہلے اپنے کنبہ والوں کو ڈرائیں"

---

[1] اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محترم باوا صاحب نے برطانیہ کی سرزمین پر سب سے پہلا پورے وقت کا خالص دینی مدرسہ اپنے ہی گھر میں قائم کیا جہاں سے خود انکی پانچوں پانچ صاحبزادیاں جید حافظ قرآن اور اعلیٰ تربیت یافتہ ہوئیں اور اسی کی دعوت وہ ۱۹۷۰ء سے دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و توفیق سے آج دو چار دار العلوم اور تیس چالیس اسلامی سکول قائم ہو چکے ہیں (ادارہ جمادی الاول ۱۴۱۲ھ)

ذیل کے اس واقعہ پر بھی توجہ فرمائیں کہ :

" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ننگی تلوار لے کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے لیے جب نکلے تو کسی نے ان سے کہا کہ پہلے اپنی بہن کی خبر لیجئے کہ وہ بھی مسلمان ہو چکی ہیں تو بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے بجائے سیدھے بہن کے مکان پر پہنچے "۔

یہی اصول ہے تبلیغ کا بھی کہ پہلے اپنے ماتحت کے افراد پر محنت کی جاوے پھر لوگوں پر محنت کرے، انشاء اللہ اس سے اثر بھی اچھا پڑے گا۔ یہ کوئی عقلمندی نہیں کہ اپنے گھرانہ کے افراد کو چھوڑ کر دوسروں پر محنت کی جاتی ہے اس سے نام ونمود کا اظہار ہوتا ہے اور لوگوں کی انگلیاں بھی کثرت سے اٹھتی ہیں جس کی ذمہ داری کی باز پرس ہوگی۔

بقیہ : ادھار بیع کی شرعی حیثیت صفحہ سے

میں جو اجل کا عوض تھے وہ مجھے واپس کر دو کیونکہ اجل ایک ایسی چیز ہے جس کے مقابلہ میں کوئی ثمن نہیں ہو سکتا "لان الاجل لا یقابلہ شیئ من الثمن" اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اجل اور مہلت ادھار کے بالمقابل کوئی مال لینا دینا جائز نہیں، اور چونکہ ہمارے زیر بحث معاملہ میں بصورت ادھار نقد کے مقابلہ میں جو زائد قیمت لگائی جاتی ہے وہ اجل اور مدت ادھار کی وجہ سے لگائی جاتی ہے لہذا ہدایہ کی اس دوسری عبارت سے الٹا اس معاملے کا ناجائز ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ المبسوط اور الہدایہ کی جن عبارات سے معاملہ زیر بحث کے جواز کے لیے استدلال کیا گیا ہے کچھ بھی غور وفکر سے کام لیا جائے تو یہ استدلال بے جان نظر آتا ہے اور ان عبارات سے کسی طرح اس معاملے کا جواز نہیں نکلتا جبکہ اس کے مقابلہ میں عدم جواز کے دلائل قرآن وحدیث سے تعلق رکھتے اور مضبوط ومستحکم دلائل ہیں جو قدرے تفصیل کے ساتھ پہلے عرض کئے گئے ہیں، میں امید رکھتا ہوں کہ جو اہل علم حضرات معاملہ زیر بحث کے جواز کے قائل ہیں وہ اس مسئلہ پر از سر نو پڑھیں اور غور وفکر کریں گے اور پوری توجہ اور احتیاط کے ساتھ اس معاملے کی شرعی حیثیت کا تعین فرمائیں گے۔

قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے

سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنت
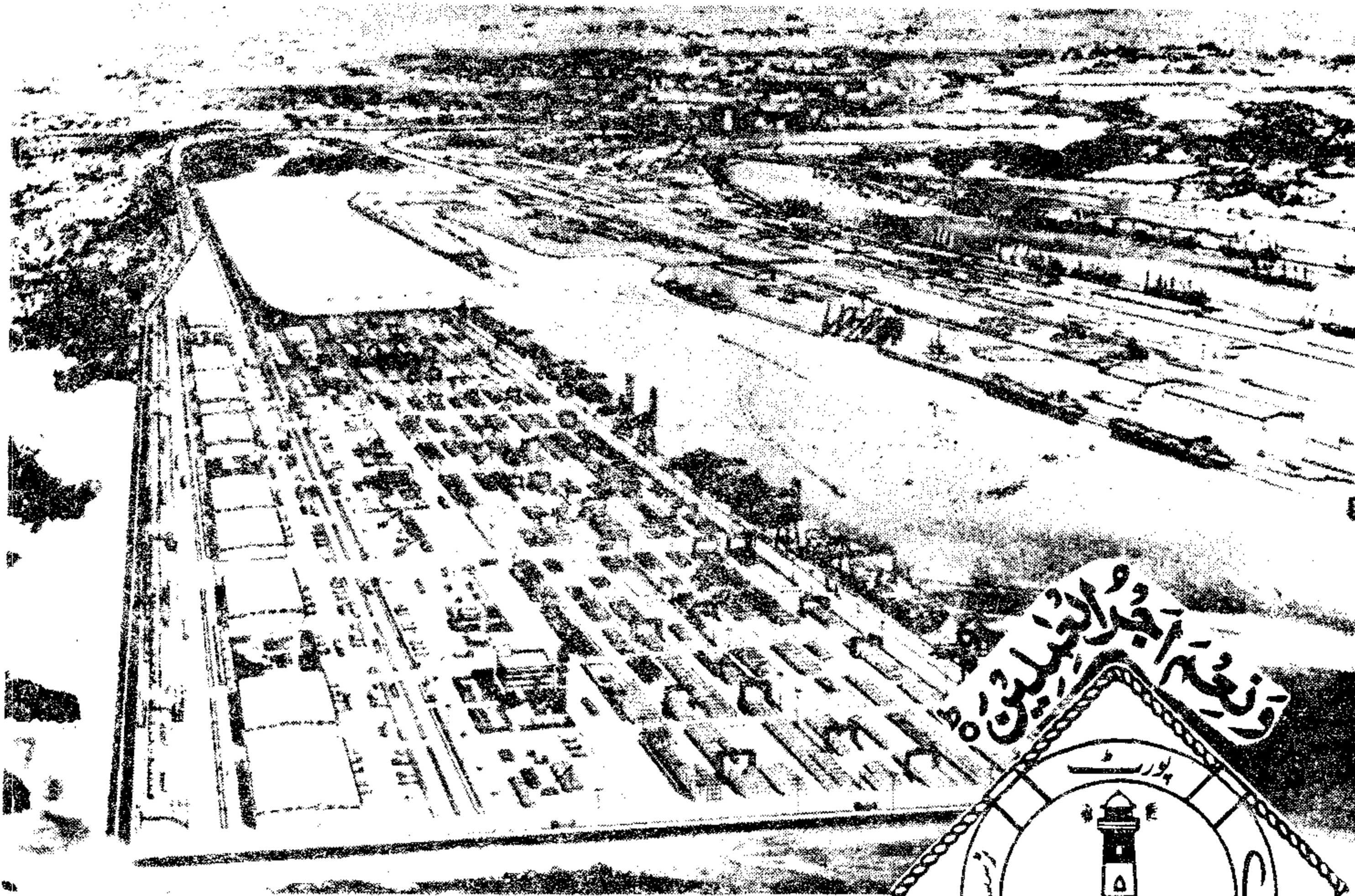
بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجنیئرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

عیسائیوں کا نظریۂ خدا

اُن کی کتاب مقدس "بائبل" کی روشنی میں

یہ مقالہ پروٹسٹنٹ اردو بائبل نظرثانی شدہ ۱۹۷۴ء کی بنا پر لکھا گیا ہے — صیتون: یروشلیم کی ایک پہاڑی ہے۔ بائبل میں یہ اصطلاح ہیکلِ سلیمانی اور یروشلیم کے لیے بھی استعمال کی گئی ہے —
یہوداہ: اللہ تعالیٰ کا خاص یہودی نام ہے — کروبی: فرشتہ کو کہتے ہیں —

حوالہ جات میں بائبل کی کتاب، پھر اس کے باب اور آیت نمبر کا حوالہ دیا گیا ہے۔

اور تم خدا کی مانند نیک و بد کے جاننے والے بن جاؤ گے۔ (پیدائش ۳ : ۵)

اور تم دیوتاؤں کی مانند نیک و بد کے جاننے والے بن جاؤ گے۔ (شاہ جیمز کی بائبل، دی نیو یروشلیم بائبل ۱۹۸۵ء)

خداوند نے موسیٰؑ سے کہا میں نے تجھے فرعون کے لیے گویا خدا ٹھہرایا۔ (خروج ۷ : ۱)

اور خدا نے موسیٰؑ سے کہا دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لیے دیوتا ٹھہرایا ہے۔ (شاہ جیمز کی بائبل)

یہواہ نے موسیٰؑ سے کہا دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لیے دیوتا ٹھہرایا ہے۔ (شاہ جیمز کی بائبل)

اور تُو اس کے لیے گویا خدا ہو گا۔ (خروج ۴ : ۱۶)

اور تُو اس کے لیے گویا الہام دینے والا دیوتا ہو گا۔ (دی نیو یروشلیم بائبل)

خدا کی جماعت میں خدا موجود ہے وہ الہوں کے درمیان عدالت کرتا ہے۔ (زبور ۸۲ : ۲)

خدا کی جماعت میں خدا موجود ہے وہ دیوتاؤں کے درمیان عدالت کرتا ہے۔ (شاہ جیمز کی بائبل، نیو ورلڈ ٹرانسلیشن آف دی ہولی سکرپچر)

خدا کی جماعت میں خدا کھڑا ہوتا ہے وہ دیوتاؤں کے درمیان عدالت کرتا ہے۔ (دی نیو یروشلیم بائبل)

میں نے کہا تھا کہ تم الٰہ ہو اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو۔ (زبور ۸۲ : ۶)

(میں نے کہا ہے کہ تم دیوتا ہو۔ (GODS)

اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو۔ (شاہ جیمز کی بائبل، نیو ورلڈ ٹرانسلیشن)

...نے خود کہا ہے کہ تم دیوتا ہو (GODS)

اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو۔ (نیو ورلڈ ٹرانسلیشن)

کیونکہ خداوند تمہارا خدا الہوں کا الٰہ خداوندوں کا خداوند ہے۔ (استثنا ۱۰ : ۱۷)

کیونکہ خداوند تمہارا خدا دیوتاؤں کا خدا ہے اور خداوندوں کا خداوند ہے۔ (GODS) ۔ (شاہ جیمز کی بائبل)

FOR THE LORD YOUR GOD IS GOD OF GODS AND LORD OF LORDS

کیونکہ خداوند تمہارا خدا وہی خداؤں کا خدا اور خداوندوں کا خداوند ہے۔ (رومن کیتھولک، اردو بائبل)

لوگ پکار اُٹھے کہ یہ تو خدا کی آواز ہے۔ (اعمال ۱۲ : ۲۲)

لوگ یہ کہتے ہوئے پکار اُٹھے کہ یہ تو دیوتاؤں کی آواز ہے۔ (شاہ جیمز کی بائبل)

اور وہ مجھے کہیں کہ اس کا نام کیا ہے، تو میں کیا بتاؤں ؟ خدا نے موسیٰ سے کہا میں جو ہوں سو میں ہوں

نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ (خروج ۳ : ۱۳، ۱۴)

خدا اپنے مقدس مکان میں یتیموں کا باپ اور دادرس ہے۔ (زبور ۶۸ : ۵)

اور موسیٰ اس پر چڑھ کر خدا کے پاس گیا۔ (خروج ۱۹ : ۳)

اور موسیٰ اس گہری تاریکی کے نزدیک گیا جہاں خدا تھا۔ (خروج ۲۰ : ۲۱)

خداوند کے سامنے وبا سے مر گئے۔ گنتی ۱۴ : ۳۸)

سالم میں اس کا خیمہ ہے اور صیون میں اس کا مسکن۔ (زبور ۷۶ : ۲)

اس غار کے منہ پر کھڑا ہوا اور دیکھو اس سے یہ آواز آئی کہ اے ایلیاہ تو یہاں کیا کرتا ہے ؟

(۱۔ سلاطین ۱۹ : ۱۱)

میں نے دیکھا کہ خداوند اپنے تخت پر بیٹھا ہے اور سارا آسمانی لشکر اس کے داہنے اور بائیں کھڑا

ہے۔ (سلاطین ۲۲ : ۱۹)

اُس نے اپنی ہیکل میں سے میری آواز سُنی۔ (۲۔ سیموئیل ۲۲ : ۷)

خداوند کی ستائش کرو جو صیون میں رہتا ہے۔ (زبور ۹ : ۱۰)

خداوند اپنی مقدس ہیکل میں ہے۔ (زبور ۱۱ : ۴، حبقوق ۲ : ۲۰)

اُٹھ اے خداوند اپنی آرام گاہ میں داخل ہو۔ (زبور ۱۳۲ : ۸)

صیون میں خداوند مبارک ہو، وہ یروشلیم میں سکونت کرتا ہے۔ (زبور ۱۳۵ : ۲۱)

خداوند یوں فرماتا ہے کہ آسمان میرا تخت اور زمین میرے پاؤں کی چوکی۔ (یسعیاہ ۶۶ : ۱)

اور میرے لیے ایک مقدس بنائیں تاکہ میں ان کے درمیان سکونت کروں۔ (خروج ۲۵: ۸)
ان کو خداوند کے روبرو ہلانا۔ (خروج ۲۹: ۲۴)
اور میں بنی اسرائیل کے درمیان سکونت کروں گا اور ان کا خدا ہوں گا۔ (خروج ۲۹: ۴۵)
اور میں نے اس کو حکمت اور فہم اور علم ہر طرح کی صنعت میں روح اللہ سے معمور کیا ہے۔ (خروج ۳۱: ۳)
اور خدا کی روح اس پر نازل ہوئی۔ (گنتی ۲۴: ۲)
تو خدا کی روح اس پر زور سے نازل ہوئی۔ (۱ سموئیل ۱۱: ۶)
اور اس تخت کے سامنے آگ کے سات چراغ جل رہے ہیں، یہ خدا کی سات روحیں ہیں۔
(مکاشفہ ۴: ۵)
اور میں سمجھتا ہوں کہ خدا کا روح مجھ میں بھی ہے۔ (کرنتھیوں ۷: ۴۰)
خدا کے پاک روح کو رنجیدہ نہ کرو۔ (افسیون ۴: ۳۰)
مسیح وہ اَن دیکھے خدا کی صورت اور تمام مخلوقات سے پہلے مولود ہے ــــ الوہیت کی ساری معموری اسی میں مجسم ہو کر سکونت کرتی ہے۔ (کلسیون ۲: ۹)
ابتداء میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔ (انجیل یوحنا ۱: ۱)
ابتداء میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام ایک دیوتا تھا۔ (نیو ورلڈ ٹرانسلیشن آف دی ہولی سکرپچرز)

خدا روح ہے۔ (یوحنا ۴: ۲۴)
ہم مٹی ہیں اور تُو ہمارا کمہار ہے اور ہم سب کے سب تیری دستکاری ہیں۔ (اصار ۶۴: ۸)
خداوند کے جلال کا منظر بھسم کرنے والی آگ کے مانند تھا۔ (خروج ۲۴: ۱۷)
پھر وہ لوگ کڑکڑانے اور خداوند کے سنتے برا کہنے لگے چنانچہ خداوند نے سُنا اور اس کا غضب بھڑکا اور خداوند کی آگ ان کے درمیان جل اُٹھی اور لشکر گاہ کو ایک کنارے سے بھسم کرنے لگی۔ (گنتی ۱۱: ۱)
اس لیے تُو مجھے اب چھوڑ دے کہ میرا غضب ان پر بھڑکے اور میں ان کو بھسم کر دوں۔ (خروج ۳۲: ۱۰)
خداوند تیرا خدا بھسم کرنے والی آگ ہے۔ (استثناء ۴: ۲۴)
خداوند تیرا خدا تیرے آگے آگے بھسم کرنے والی آگ کی طرح پار جا رہا ہے، وہ ان کو فنا کر دے گا۔
(استثناء ۹: ۳)
یہ خداوند فرماتا ہے جس کی آگ صیّون میں اور بھٹی یروشلیم میں ہے۔ (یسعیاہ ۳۱: ۹)

ہمارا خدا آئے گا اور خاموش نہیں رہے گا آگ اس کے آگے آگے بھسم کرتی جائے گی۔(زبور ۵۰: ۳)
اس کے منہ سے آگ نکل کر بھسم کرنے لگی۔ اسی جھلک سے جو اس کے آگے آگے تھی آگ کے کوئلے سلگ گئے۔ (۲۔سموئیل ۲۲: ۹، ۱۳)
ہمارا خدا بھسم کرنے والی آگ ہے۔(عبرانیوں ۱۲: ۲۹)
میں نے تو تیرا منہ ایسا دیکھا جیسا کوئی خدا کا منہ دیکھتا ہے۔ (پیدائش ۳۳: ۱۰)
اور یعقوب نے یوسف سے کہا کہ خدائے قادر مطلق مجھے لوز میں جو ملک کنعان میں ہے دکھائی دیا اور مجھے برکت دی۔ (پیدائش ۴۸: ۳)
خداوند اپنا چہرہ تجھ پر جلوہ گر فرمائے اور تجھ پر مہربان رہے۔ (گنتی ۶: ۲۵)
خداوند اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کرے اور تجھے سلامتی بخشے۔ (گنتی ۶: ۲۶)
تُو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا کیونکہ انسان مجھے دیکھ کر زندہ نہیں رہے گا۔ (خروج ۳۳: ۲۰)
سو انہوں نے خدا کو دیکھا اور کھایا اور پیا۔ (خروج ۲۴: ۱۱)
جب خدا صیون کو واپس آئے گا تو وہ اسے رُوبرو دیکھیں گے۔ (یسعیاہ ۵۲: ۹)
خداوند کھڑا ہے کہ مقدمہ لڑے۔ (یسعیاہ ۳: ۱۳)
اب خداوند فرماتا ہے کہ آؤ باہم حجت کریں۔ (یسعیاہ ۱: ۱۸)
اور یعقوب اکیلا رہ گیا اور پَو پھٹنے کے وقت تک ایک شخص وہاں اس سے کُشتی لڑتا رہا جب اُس نے دیکھا کہ وہ اس پر غالب نہیں ہوتا تو اُس کی ران کو اندر کی طرف چھُوا اور یعقوب کی ران کی نس اس کے ساتھ کُشتی لڑنے میں چڑھ گئی اور اس نے کہا مجھے جانے دے کیونکہ پَو پھٹ چلی۔ یعقوب نے کہا جب تک تو مجھے برکت نہ دے میں تجھے جانے نہیں دوں گا۔ تب اس نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے، اس نے جواب دیا یعقوب، اس نے کہا تیرا نام آگے کو یعقوب نہیں بلکہ اسرائیل ہوگا کیونکہ تو نے خدا اور آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا۔ تب یعقوب نے اس سے کہا کہ میں تیری منت کرتا ہوں تو مجھے اپنا نام بتا دے، اس نے کہا تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اور اس نے اسے وہاں برکت دی اور یعقوب نے اس جگہ کا نام فنی ایل رکھا اور کہا کہ میں نے خدا کو رُوبرو دیکھا تو بھی میری جان بچی رہی۔ (پیدائش ۳۲: ۲۴ تا ۳۰)
وہ کروبی پر سوار ہو کر اُڑا اور ہوا کے بازوؤں پر دکھائی دیا۔ (۲۔سموئیل ۲۲: ۱۱)
وہ کروبیوں پر بیٹھتا ہے۔ (زبور ۹۹: ۱)
اے رب الافواج اسرائیل کے خدا، کروبیوں پر بیٹھنے والے، تو ہی اکیلا سب سلطنتوں کا خدا ہے۔(۲۔سلاطین ۱۹: ۱۵)

تُو جو کروبیوں پر بیٹھا ہے جلوہ گر ہو۔ (زبور ۸۰: ۱)
سو خداوند عمالیقیوں سے نسل در نسل جنگ کرتا رہے گا۔ (خروج ۱۷: ۱۶)
اور یشوع نے ان سب بادشاہوں پر اور ان کے ملک پر ایک ہی وقت میں تسلط حاصل کیا، اس لیے کہ خداوند اسرائیل کا خدا اسرائیل کی خاطر لڑا۔ (یشوع ۱۰: ۴۲)
خداوند تیرے آگے آگے فلستیوں کے لشکر کو مارنے نکلا ہے۔ (۱۔ تواریخ ۱۴: ۱۵)
رب الافواج کوہ صیون اور اس کے ٹیلے پر لڑنے کو اُترے گا۔ (یسعیاہ ۳۱: ۴)
خداوند بہادر کی مانند نکلے گا وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھائے گا، وہ نعرہ مارے گا ہاں للکارے گا وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا۔ (یسعیاہ ۴۲: ۱۳)
خداوند مہیب بہادر کی مانند میری طرف ہے۔ (یرمیاہ ۲۰: ۱۱)
وہ خداوند کی پیروی کریں گے جو شیر ببر کی طرح گرجے گا۔ (ہوسیع ۱۱: ۱۰)
خداوند فلستیوں کے اوپر اسی دن بڑی کڑک کے ساتھ گرجا اور ان کو گھبرا دیا۔ (۱۔ سموئیل ۷: ۱۰)
خداوند آسمان سے گرجا۔ (۲۔ سموئیل ۲۲: ۱۴)
جب خداوند خروج کرے گا اور ان قوموں سے لڑے گا جیسے جنگ کے دن لڑا کرتا تھا اور اس روز وہ کوہ زیتون پر جو یروشلیم کے مشرق میں واقع ہے کھڑا ہوگا۔ (زکریاہ ۱۴: ۳، ۴)
خداوند صیون سے نعرہ مارے گا اور یروشلیم سے آواز بلند کرے گا۔ (یوایل ۳: ۱۶)
تیرے تیر بھی چاروں طرف چلے۔ (زبور ۷۷: ۱۷)
اور میں تلوار کھینچ کر ان کا پیچھا کروں گا۔ (حزقی ایل ۵: ۲)
ہاں خداوند کی آواز ہی سے اسور تباہ ہو جائے گا، وہ اسے لٹھ سے مارے گا۔ (یسعیاہ ۳۰: ۳۱)
اور خداوند یہوداہ کے ساتھ تھا سو اُس نے کوہستانیوں کو نکال دیا، پر وادی کے باشندوں کو نہ نکال سکا کیونکہ ان کے پاس لوہے کے رتھ تھے۔ (قضاۃ ۱: ۱۹)
اسی روز خداوند اُس اُسترے سے جو دریائے فرات کے پار سے کرائے پر لیا یعنی اسور کے بادشاہ سے سر اور پاؤں کے بال مونڈے گا اور اس سے داڑھی بھی خرچی جائے گی۔ (یسعیاہ ۷: ۲۰)
اے خداوند جاگ تُو کیوں سوتا ہے؟ اُٹھ! ہمیشہ کے لیے ہم کو ترک نہ کر، تُو اپنا منہ کیوں چھپاتا ہے؟ (زبور ۴۴: ۲۳)
خداوند اسرائیل کا خدا مبارک ہو جس نے اپنے منہ سے میرے باپ داؤد سے کلام کیا۔ (۲۔ تواریخ ۶: ۴)

حافظ تنویر احمد شریفی کراچی

سکولوں میں ناظرہ تعلیم قرآن کا مستحسن فیصلہ

حکومت اس کے عملی اجراء کا مستحسن اقدام کرے

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتحیات کی نجات ایک ہی نسخہ کیمیا میں ہے اور وہ نسخہ کیمیا "قرآن کریم" ہے، یعنی قرآن کریم پڑھنا، پڑھانا اور اس پر عمل کرنا، اس قرآن مجید وفرقان حمید ہی کے ذریعہ اس امت کے پہلے دور کی اصلاح ہوئی ہے۔ یعنی بکریاں چرانے والی قوم تخت وتاج کی مالک بن گئی، اور حضرات خلفائے راشدین رض نے تو پہاڑ اور سمندروں تک میں حکومت کی ہے۔ اور ان کو اپنے اشارہ پر چلنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور انہوں نے اتباع کی۔ اور اس دور آخر کی اصلاح بھی حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے بقول اس قرآن کے بغیر ناممکن ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ (شخص یا جماعت) ہے جو خود قرآن کا علم حاصل کرے اور پھر دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔ (بخاری شریف)

اس حدیث میں اس بات کی بشارت ہے کہ جو قوم قرآن کریم کی تعلیم کی اشاعت میں سرگرم ہوگی وہ لسان نبوت کی تصدیق کے مطابق بہترین قوم ہے اور یہ تعلیم وتعلم قرآن کی خدمت بڑی سے بڑی دینی خدمت پر بھی فوقیت رکھتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بہترین امت کا امتیازی فریضہ اور منصب تعلیم وتعلم قرآن ہے۔ اور اسی فریضہ کی بنا پر وہ اس عظیم لقب یعنی بہترین قوم کے مستحق ہوتی ہے۔

حضرات شیخین سیدنا صدیق اکبر وسیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زرین عہد خلافت اس کے شاہد ہیں۔

دوسری حدیث میں حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالےٰ اس کتاب الٰہی کی تعلیم وتعمیل اور اتباع کے ذریعہ بہت سی قوموں کو (دینی ودنیوی) رفعت وعلو مرتبت کے اعلیٰ مقام پر پہنچائے گا۔ اور بعض قوموں کو اسی کتاب کے (پس پشت ڈال دینے) کی بنا پر ذلت اور پستی کے گڑھے میں ڈال دے گا۔ (مسلم شریف)۔

اس حدیث سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ جو قوم قرآن کی تعلیمات کو دنیا میں عام کرے گی۔ اللہ رب العزت کا وعدہ

ہے کہ وہ اس کی عظمت و شوکت کو بلند سے بلند تر فرمائیں گے۔ اور جس قوم کا رشتہ قرآن سے ٹوٹ جائے گا وہ ذلیل و خوار اور تباہ و برباد ہو جائے گی جیسا کہ آج ہو رہا ہے۔

۱۳ رجمادی الثانیہ ۱۴۱۲ھ موافق ۲۰ دسمبر ۱۹۹۱ء کے اخبارات میں یہ خوش آئند خبر شائع ہوئی کہ وفاقی محتسب اعلیٰ جناب جسٹس سید عثمان علی شاہ نے ایک شہری (جناب فیروز احمد شمسی زید مجدہٗ خازن جمعیت تعلیم القرآن ٹرسٹ انٹرنیشنل) کی درخواست پر کارروائی کرتے ہوئے وفاقی وزارت تعلیم کو ہدایت کی کہ ناظرہ تعلیم قرآن کو تیسری جماعت سے ساتویں جماعت تک علیحدہ سے لازمی مضمون کے طور پر نصاب میں شامل کیا جائے۔ وفاقی محتسب اعلیٰ نے اپنے فیصلہ جو ۱۲ دسمبر کو دیا گیا تحریر فرمایا ہے کہ میں نے پہلی جماعت سے دسویں جماعت تک کے نصاب تعلیم کا مطالعہ کیا ہے جس میں ناظرہ قرآن کی تعلیم تیسری جماعت سے ساتویں جماعت تک شامل ہے۔ جبکہ آٹھویں جماعت میں قرآن کو دھرایا ہے۔ اسلامیات کے چار جزء ہیں۔

۱۔ ارکان اسلام

۲۔ سیرت النبی صلی اللہ علیٰ رسولہ وسلم

۳۔ اخلاقیات

۴۔ ناظرہ قرآن

ہر جزء کے ۲۵ نمبر ہیں۔ انہوں نے مزید تحریر فرمایا کہ ناظرہ قرآن کے مضمون کو کما حقہٗ اہمیت دیتے ہوئے اسے لازمی مضمون کی حیثیت دی جائے۔ اور اس کا علیحدہ پیریڈ مقرر کیا جائے۔ ایک مرتبہ اسے لازمی حیثیت دی جائے گی تو طالب علم کے لیے ناظرہ قرآن کے مضمون میں پاس ہونا لازمی ہوگا۔ اور اگر کوئی طالب علم فیل ہوگیا تو اسے اگلی جماعت میں ترقی نہیں دی جائے گی۔ انہوں نے اپنے فیصلہ میں لکھا کہ میں سفارش کرتا ہوں کہ

۱۔ مضمون ناظرہ قرآن کے ۱۰۰ نمبر مقرر کئے جائیں۔

۲۔ اس مضمون میں پاس ہونا لازمی ہو۔

۳۔ اس کا نتیجہ علیحدہ سے لکھا جائے۔

۴۔ جو طالب علم فیل ہو جائے اسے اگلے درجہ میں ترقی نہ دی جائے۔

۵۔ ہفتے میں کم سے کم تین پیریڈ اس مضمون کے لیے مقرر کئے جائیں۔

وفاقی محتسب اعلیٰ نے وفاقی وزارت تعلیم کو ہدایت کی کہ اس سلسلہ میں ضروری احکامات کے اجراء سے انہیں ۳۱ دسمبر ۹۱ء تک مطلع کیا جائے اور اس کیس کی پیش رفت کا متواتر جائزہ لیا جائے گا۔ اور اس کے نفاذ کی حتمی رپورٹ انہیں ۳۰ جون ۹۲ء تک بھجوائی جائے۔

اس درخواست کی سماعت وفاقی محتسب اعلیٰ نے اپنے علاقائی دفتر کراچی میں کی۔ اور دوران سماعت درخواست گذار کے علاوہ وفاقی وزارت تعلیم اور صوبائی محکمۂ تعلیم (سندھ) کے نمائندے حاضر رہے۔

وفاقی محتسب اعلیٰ نے جناب شمسی صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ وہ اس معاملہ کو ان کے علم میں لائے۔ یہ معاملہ تمام مسلمانان پاکستان کے لیے اہمیت کا حامل ہے۔ اللہ رب العزت وفاقی محتسب اعلیٰ اور جناب غیر وزالہ احمد شمسی کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہم تمام اسلامیان پاکستان کی طرف سے اس فیصلہ کی روشنی میں جناب صدر مملکت غلام اسحٰق خان، وزیراعظم جناب محمد نواز شریف، مذہبی امور کے وفاقی وزیر جناب مولانا عبدالستار خان نیازی اور وزارت تعلیم کے ذمہ داران سے اپیل کرتے ہیں کہ اس اہم مسئلہ میں آج تک جس قدر مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کیا گیا ہے، دوبارہ اسے نہ دہرایا جائے۔ ورنہ اگر یہی روش رہی تو کیا بعید ہے کہ لادینی طبقہ اپنی قرآن دشمنی کے مذموم مقاصد میں ہو کامیاب ہو جائے اور قرآن سے بیزاری کا سیاہ داغ آپ کے کھاتے میں سیاہ حروف سے لکھے جائیں۔

شیخ الحدیث مولانا علی محمدؒ کا سانحۂ ارتحال

شیخ الحدیث حضرت مولانا علی محمد صاحبؒ بھی شدید علالت کے بعد رضائے الٰہی سے گذشتہ دنوں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم علوم و فنون کے ماہر، مایۂ ناز مدرس اور جید عالم دین تھے۔ تمام عمر علوم نبوت کی خدمت اور حدیث نبوی کے درس و تدریس میں گذری، گذشتہ ۱۷ سال سے دارالعلوم کبیروالا کے انتظامی امور اور اہتمام کی خدمت بھی سرانجام دے رہے تھے۔ مرحوم علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے فیض یافتہ تھے۔ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی قدس سرہ العزیز سے تعلق خاطر تھا، دارالعلوم حقانیہ کی ترقی اور دینی خدمت پر انہیں بے حد مسرت ہوا کرتی تھی۔ مرحوم کے سانحۂ ارتحال سے جو خلا پیدا ہوا ہے برسوں اس کی تکمیل بظاہر عالم اسباب میں ممکن نظر نہیں آتی۔ دارالعلوم حقانیہ میں مرحوم کے لیے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا۔ ادارہ "الحق" دارالعلوم کبیروالا کے اساتذہ، منتظمین اور حضرتؒ کے تلامذہ و متوسلین کے ساتھ غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللھم اغفرلنا ولہ وارحمہ علیہ۔

(ادارہ)

حافظ محمد ابراہیم فانی

نورِ اوّلین

جمیل و نازنین تم ہو حسینوں کے حسیں تم ہو
اُجالے جس سے پھوٹے ہیں وہ مہتابِ مبیں تم ہو

گنہگاروں کا ہو گا آسرا جو روزِ محشر میں
وہ ختم المرسلیںؐ تم ہو شفیع المذنبیں تم ہو

تمہی پر ناز ہے ساری خدائی کو حضورؐ ما
سراپا رحمتِ کون و مکاں اے مہ جبیں تم ہو

ہوئے رشکِ عدن جس سے حجاز و نجد کے ذرے
وہ حسنِ سرمدی تم ہو وہ نورِ اوّلیں تم ہو

خدا نے دے دیا ہے معجزہ آیاتِ قرآں کا
شبِ معراج میں وہ محرمِ اسرارِ دیں تم ہو

صفا کی جلوتوں میں زمزمے توحید کے گونجے
حرا کی خامشی میں واہ وہ خلوت نشیں تم ہو

زبانِ فانیؔ عاجز ہے تیری مدح سے قاصر
خدا کے بعد بس اک رحمۃ للعالمیں تم ہو

○

معروف سکالر ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری
مولانا محمد طاسین صاحب مجلس علمی کراچی

اسلامی انقلاب اور اس کا فکری لائحہ عمل

دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ موتمر المصنفین کی تازہ ترین اشاعت "اسلامی انقلاب اور اس کا فکری لائحہ عمل" منظر عام پر آگئی ہے جسے ریسرچ و تحقیق، علمی و دینی اور مطالعاتی حلقوں میں بحمدللہ خوب پذیرائی حاصل ہوئی قارئین کے تبصرے تجزیے اور اس کی افادیت کی اہمیت پر درجنوں خطوط موصول ہوئے ہیں "ابو الکلامیات" کے حوالے سے محقق مصنف، کہنہ مشق ادیب معروف سکالر اور درجنوں کتابوں کے مصنف ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری کا وقیع اور گرانقدر تبصرہ اور معاشیات کے ماہر عالم دین مشہور مصنف حضرت مولانا محمد طاسین صاحب مجلس علمی کراچی کا مکتوب مرغوب نذر قارئین ہے جس سے موتمر المصنفین کی تیز رفتار اشاعت کی اہمیت اور اردو ادب کے حوالے سے قارئین کو مذہبی اور دینی لٹریچر کے اعتبار سے دو نامور فائق ادیبوں کی تحریروں سے حظ وافر بھی حاصل ہوگا۔ (ادارہ)

○ دینی فکر کے حوالے سے وقت کے مسائل پر لکھنے والوں میں مولانا عبدالقیوم حقانی خاص ذہنی اور فکری صلاحیتوں کے نوجوان ہیں۔ ان کی ایک درجن سے زیادہ تالیفات ان کے ذوق علمی اور حسن ترتیب و تدوین کی آئینہ دار ہیں۔ ان کی تالیفات فکر انگیز، ایمان پرور، معلومات افزا اور دینی ذوق کو تربیت دینے اور فراخ بنانے والی ہیں۔ ان میں بعض مختصر اور بعض مفصل ہیں۔ مفصل کتب معارف کا گنجینہ ہیں تو مختصر بہ قامت کمتر بہ قیمت بہتر کی مثال ہیں۔

مستقل تالیفات کے علاوہ ان کے پچاسوں مقالے مختلف موضوعات پر اور افکار و مسائل کے متعدد دائروں میں بہت مفید اور اہم ان کے قلم سے نکل چکے ہیں۔ ان کی تحریریں اسلامی افکار سے مملو ہوتی ہیں اور اسلوب تحریر میں ان کے پرجوش جذبات کی لہریں قاری کے خیالات کو زیر و زبر کر دیتی ہیں۔

مولانا عبدالقیوم حقانی اگرچہ خود عملی سیاسیات سے تعلق نہیں رکھتے لیکن جس ماحول میں ان کی علمی و تعلیمی زندگی کے شب و روز بسر ہوتے ہیں اور بسر ہو رہے ہیں وہ (دارالعلوم حقانیہ) صرف علمی و تعلیمی ہی نہیں، بلکہ ایک سیاسی بیٹھک گاہ بھی ہے۔ اس لیے اس درس گاہ کے کسی فیض یافتہ کا اس کے سیاسی اثرات سے محفوظ رہنا ممکن نہ تھا۔

مولانا حقانی صاحب کی طبیعت حکمت کی مہربات کو اخذ کر لینے والی اور قلب گداز ہے، اس پر ماحول کا اثر یہ ہوا کہ ان کا
سینہ بے کینہ دردمندی، قوم کے جذبات صادقہ سے لبریز اور قلم اسلامی افکار کا ترجمان ہوگیا۔ اس کا اظہار تو ان کی اکثر
بلکہ کسی نہ کسی حد تک ان کی تمام تحریروں سے ہوتا ہے لیکن زیر نظر کتاب " اسلامی انقلاب اور اس کا فکری لائحہ عمل "
میں ان کے جوش دینی اور جذبہ اصلاح ملت کا رنگ ایسا چوکھا ہے کہ قلب اسے فوراً محسوس کر لیتا ہے۔
اسلامی انقلاب اور اس کا فکری لائحہ عمل ان کی ایسی تالیف نہیں جیسی کہ مستقل علمی موضوعات پر ان کی دوسری
تصنیفات و تالیفات ہیں۔ یہ تالیف ان کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو گذشتہ سات سال (۱۹۸۳ء تا ۱۹۹۱ء) کے
عرصے میں ماہنامہ الحق اور ماہنامہ الخیر ملتان کے صفحات کی زینت بنتے رہے ہیں۔ ان میں سے ہر مضمون اپنی مستقل
اہمیت اور افادیت رکھتا ہے۔ ہر مضمون وقت کے مسائل کے حوالے سے اسلامی فکر کا آئینہ دار اور اصلاح و انقلاب
احوال کی حسین خواہشوں اور نیک تمناؤں کا مظہر ہے۔ تمام مضامین اسلام کے افکار حقہ کے ترجمان اور ایک جامع جہات
تحریک کے فروع ہیں۔ ان کی اس کوشش سے ثابت ہوتا ہے کہ ان مسائل میں ان کا فکر مرتب ہے۔ انہوں نے جو کچھ
لکھا ہے وہ اس فکر کے اجزائے ترکیبی ہیں اور تمام مضامین میں ایک ہی جذبہ صادقہ اور فکر اسلامی جاری و ساری ہے
اس لیے جب انہوں نے چاہا کہ ان مضامین کو ایک تالیف کے سانچے میں ڈھال دیا جائے تو یہ امر ایک فطری اور
سائینٹفک عمل کی طرح باسہولت انجام پاگیا۔

مولانا عبدالقیوم حقانی ایک مخصوص فکر اور انداز سیاست کے پرجوش مبلغ ہیں۔ اگر وہ سیاسی فکر اور عمل حق
صواب کا مترادف سمجھ لیا جائے تو اعتراف کرنا پڑے گا کہ وہ اپنے مقصد میں ایک کامیاب مصنف ہیں۔ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہا

○ اس سے پہلے آپ کی گرانقدر کتاب " اسلامی انقلاب " باعث مسرت و ابتہاج ہوئی پڑھنے کے بعد دل و دماغ پہ نہایہ
خوشگوار اور اطمینان بخش تاثر قائم ہوا جس کا اظہار زبان و قلم سے نہیں ہو سکتا۔ ملت مسلمہ عام طور پر اور ملت پاکستانیہ خاص طو
جن پیچیدہ امراض میں مبتلا ہے اس کتاب میں ان کی حاذقانہ تشخیص اور اسباب کی نشاندہی کے ساتھ وہ نسخہ شفا بھی موجود ہے
جسکی اشد ضرورت ہے اسکے ایک ایک لفظ اور جملے سے اخلاص اور دردمندی کا اظہار ہوتا ہے جو لکھنے والے کے دل میں امہ
مسلمہ اور پاکستانی مسلمانوں کیلئے ہے جزاکم اللہ خیرا وبارک لکم! کہیں پڑھا تھا کہ علامہ جمال الدین افغانی سے کسی نے آخر عمر
پوچھا کہ آپ نے دنیائے اسلام کے اتحاد کے سلسلہ میں سر توڑ کوشش کی اپنی آنکھوں سے عالم اسلام کا مشاہدہ کیا آپ نے اس
کیسا پایا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایسے مریض کی طرح جس کے مزاج میں انتہائی چڑچڑا پن ہو یہاں تک کہ وہ اپنے لیے لفظ مریض
سننا بھی گوارا نہ کرتا ہو علاج کا تو سوال ہی کیا؟ جس کا رواں کے دل سے احساس زیاں ہی جاتا رہا ہو اسے اپنی متاع کے لٹ
جانے پر کیسے رنج و افسوس ہوگا۔ بہر حال دعا ہے کہ اللہ آپ کی عمر، صحت، علمی دولت، فہم و فراست، اظہار ما فی الضمیر
قدرت، حقیقت پسندی اور منصف مزاجی حق گوئی کی جرأت اور نیکی و سعادت میں زیادہ سے زیادہ برکت اور ترقی فرمائے۔ آمین
مولانا محمد طاسین کراچی

پی۔ این۔ ایس۔ سی برّاعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل برآمدکنندگان اور درآمدکنندگان، دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔
پی۔ این۔ ایس۔ سی قومی پرچم بردار۔ پیشہ ورانہ مہارت کا حامل جہاز راں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رواں دواں

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے

پاکستان نیشنل
شپنگ کارپوریشن
قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ